اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ

نضر الله امرأ سمع منا
حدیثاً فحفظه حتی یبلغه

جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ جولائی ۲۰۰۷ء

ماھنامہ

الحدیث

حضرو

- امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع
- امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ
- اہلِ حدیث اور غیر مقلد میں ترادف نہیں
- رات کے احکام
- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

مکتبۃ الحدیث
حضرو اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 4 | جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ جولائی ۲۰۰۷ء | شمارہ: 7

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

0300-5335233

معاونین

حافظ ندیم ظہیر 0301-6603296

محمد صفدر حضروی 0304-5552123

ابو خالد شاکر

قیمت

فی شمارہ : 15 روپے

سالانہ : 150 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

200 روپے

برائے رابطہ

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

کلمۃ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنم میں جائے گا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((من يقل عليّ ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار))
جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹)

ارشادِ نبوی ہے کہ ((من روى عني حديثًا وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين))
جس نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی (میری طرف منسوب) ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک یعنی کذاب ہے۔ (مسند علی بن الجعد: ۱۴۰ وسندہ صحیح، صحیح مسلم: ۱)

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنمی ہے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ دن رات اپنی تقریروں، تحریروں اور عام گفتگو میں جھوٹی، بے اصل اور مردود روایتیں کثرت سے بیان کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں آلِ تقلید کافی نڈر واقع ہوئے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی کتابیں اور تقریریں جھوٹی روایات کا پلندا ہیں تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، مثلاً محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

> ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰهٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى نازل ہوئی''
>
> (فضائل نماز ص ۸۲ تیسرا باب حدیث ۸، تبلیغی نصاب ص ۳۹۸)

زکریا صاحب کی بیان کردہ یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۹۹/۴، ۱۰۰) میں ''عبدالوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس'' کی سند سے مروی ہے۔
حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں: ''يروي عن أبيه أحاديث موضوعة'' عبدالوہاب بن مجاہد

اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۳) ابن معین نے کہا: **لا شيء** وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۲۶۴) نسائی نے کہا: متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۷۵) علی بن المدینی نے کہا: **غير ثقة ولا يكتب حديثه** وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۱۲۵)

حافظ ابن حجر نے کہا: متروک إلخ (تقریب التہذیب: ۴۲۶۳)

ایسے سخت مجروح راوی کی موضوع روایت عوام الناس کے سامنے پیش کی گئی ہے حالانکہ اس کے برعکس صحیح روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: یہ کیا (اور کس لئے) ہے؟ کہا گیا کہ یہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے ہوئے) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، جب تک ہشاش بشاش رہو تو نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔

(صحیح بخاری: ۱۱۵۰ و صحیح مسلم: ۷۸۴)

رسول اللہ ﷺ تو عبادت کے لئے رسی باندھنے کے عمل سے منع فرما رہے ہیں اور زکریا صاحب مذکورہ موضوع روایت کے ذریعے سے یہ کہتے ہیں کہ ''تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں''!!

جھوٹی اور مردود روایات معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً:

۱: روایت بیان کرنے والا کذاب و متروک ہو۔

۲: روایت بے سند و بے حوالہ ہو۔

۳: محدثینِ کرام نے روایتِ مذکورہ کو موضوع، باطل اور مردود وغیرہ قرار دیا ہو اگرچہ اس کے راوی ثقہ و صدوق ہوں اور سند بظاہر صحیح یا حسن معلوم ہوتی ہو۔

یاد رکھیں کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔ اس وعیدِ شدید میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا اور آپ پر جھوٹ کو بغیر تردید کے آگے لوگوں تک پہنچانے والا دونوں یکساں شامل و شریک ہیں۔ **وما علينا إلا البلاغ**

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

[**۱۰۰**] وعن أبي موسى قال :سمعت رسول الله ﷺ يقول :((إن الله خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الأرض ، فجاء بنو آدم على قدر الأرض منهم الأحمر والأبيض والأسود وبين ذلك والسهل والحزن والخبيث والطيب .)) رواه أحمد والترمذي و أبو داود .

(سیدنا) ابوموسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو (مٹی کی) اس مٹھی سے پیدا کیا جسے اُس نے ساری زمین سے لیا تھا پھر اولادِ آدم زمین کی مقدار پر ہوئی، ان میں سرخ، سفید، کالے (رنگ والے) اور بعض ان کے درمیان ہیں اور بعض نرم، سخت، خبیث اور پاکیزہ ہیں۔

اسے احمد (۴/۴۰۰ ح ۱۹۸۱۱) ترمذی (۲۹۵۵ وقال: حسن صحیح) اور ابوداود (۴۶۹۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے، اسے ترمذی (۲۹۵۵) ابن حبان (الموارد: ۲۰۸۳) حاکم (۲/۲۶۱، ۲۶۲) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

① اللہ تعالیٰ کا زمین سے مٹھی لینا اُس کی صفاتِ مبارکہ میں سے ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے لیکن اسے مخلوق سے تشبیہ دینا یا اس صفت کا سرے سے انکار کر دینا حرام ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی تاویل و تشبیہ اور تعطیل کرنا اہلِ سنت والجماعت کا مسلک نہیں بلکہ اہلِ بدعت ہی ایسے راستوں پر گامزن ہیں جن سے کتاب و سنت کا انکار لازم آتا ہے۔

② انسانوں کی رنگت زمین کی مٹی اور علاقوں کی وجہ سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

③ عام لوگوں پر علاقائی عقائد، عادات، رسوم ورواج کا اثر ہوتا ہے۔

④ پاکیزہ (صحیح العقیدہ اور صحیح العمل) لوگ بہت تھوڑے ہیں۔

⑤ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**يا أيها الناس ! ألا إن ربكم واحد ، و إن أباكم واحد ، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا أحمر على أسود، ولا أسود على أحمر إلا بالتقوىٰ**)) اے لوگو! سُن لو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سُرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سُرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے [یعنی فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے، چاہے سرخ (وسفید) ہو یا کالا، چاہے عربی ہو یا عجمی۔] (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ ح ۲۳۴۸۹ وسندہ صحیح)

⑥ قوم پرستی، علاقہ پرستی، رنگ پرستی اور (بلاتفریقِ عقیدہ) وطن پرستی وغیرہ کے نظریات کتاب وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

[۱۰۱] وعن عبدالله بن عمرو ، قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((إن الله خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره فمن أصابه من ذلك النور اهتدى ومن أخطاه ضل فلذلك أقول : جف القلم على علم الله)).

رواه أحمد والترمذي .

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنے (پیدا کردہ) نور کا جلوہ ڈالا۔ جس کو اس نور میں سے کچھ پہنچا تو وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جس تک یہ نور نہ پہنچا تو وہ گمراہ ہوا۔ میں اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر (تقدیر کا) قلم خشک ہو چکا ہے۔

اسے احمد (۲/ ۱۷۶ ح ۶۶۴۴ ب) اور ترمذی (۲۶۴۲ وقال: ھذا حدیث حسن) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند حسن ہے۔ اسماعیل بن عیاش مختلف فیہ راوی ہیں، وہ

اگر اپنے ثقہ وصدوق شامی استادوں سے حدیث بیان کریں تو حسن لذاتہ ہوتی ہے اور اگر غیر شامیوں مثلاً حجازیوں سے روایت کریں تو ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے طبقات المدلسین للحافظ ابن حجر (۳/۶۸) وعام کتبِ رجال۔ اسماعیل بن عیاش قولِ راجح میں مدلس نہیں تھے۔ دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۴۹)

اسماعیل بن عیاش اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے یعنی یہی روایت اوزاعی نے یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی (الحمصی الشامی: ثقہ) سے بیان کر رکھی ہے۔ دیکھئے امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۶ھ) کی کتاب السیر (ح ۶۴۱) اور المستدرک للحاکم (۱/۳۰ ح ۸۳)

اسے یحییٰ بن ابی عمرو سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۲۴۲) وغیرہ

یحییٰ بن ابی عمرو بھی اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ربیعہ بن یزید (الدمشقی: ثقہ عابد) نے اسے عبداللہ بن (فیروز) الدیلمی (ثقہ من کبار التابعین) سے بیان کیا ہے۔
دیکھئے مسند احمد (ج ۲ ص ۱۷۶ ح ۶۶۴۴ وسندہ صحیح)
اس متابعت کے ساتھ یہ روایت صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

① تقدیر برحق ہے۔
② مخلوق سے یہاں مراد انسان اور جن ہیں کیونکہ فرشتے تو نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔
③ سنن ترمذی کی یہ روایت حافظ المزی رحمہ اللہ کی کتاب تحفۃ الاشراف سے رہ گئی ہے۔ نیز دیکھئے المسند الجامع (ج ۱۱ ص ۱۷ ح ۸۳۳۰)

[۱۰۲] وعن أنس قال: كان رسول الله ﷺ يكثر أن يقول: ((يا مقلّب القلوب! ثبت قلبي على دينك)) فقلت: يا نبي الله! آمنا بك وبما جئت به فهل تخاف علينا؟ قال: ((نعم! إن القلوب بين أصبعين من أصابع الله

يقلبها كيف يشاء)) رواه الترمذي وابن ماجه .

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ فرمایا کرتے تھے: اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر اور آپ جو دین لائے ہیں اُس پر ایمان لائے، کیا آپ ہمارے بارے میں خوف فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! بے شک دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

اسے ترمذی (۲۱۴۰ وقال: ھذا حدیث حسن) اور ابن ماجہ (۳۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ابو معاویہ الضریر کے سماع کی تصریح مسند احمد (۱۱۲/۳ ح ۱۲۱۰۷) میں موجود ہے لیکن سلیمان بن مہران الاعمش مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ اس روایت میں مرفوع حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جن سے یہ حسن صحیح ہے لیکن ''کیا آپ ہمارے بارے میں خوف فرماتے ہیں؟'' والے جملے کا کوئی صحیح یا حسن شاہد نہیں ہے۔ واللہ اعلم

[۱۰۳] وعن أبي موسى قال: قال رسول الله ﷺ: ((مثل القلب كريشةٍ بأرض فلاة يقلبها الرياح ظهرًا لبطن)). رواه أحمد .

(سیدنا) ابو موسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دل کی مثال اس پَر کی طرح ہے جو چٹیل میدان پر پڑا ہوا ہے (اور) ہوائیں اُسے اُلٹ پلٹ کر (اُڑا) رہی ہیں۔ اسے احمد (۴۰۸/۴ ح ۱۹۸۹۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ابو کبشہ السدوسی البصری کی توثیق حاکم نیشاپوری (المستدرک ۴۴۰/۴ ح ۸۳۶۰ بتصحیح حدیثہ) کے علاوہ کسی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ مجہول الحال راوی ہے۔ مسند احمد (ج ۴ ص ۴۱۹ ح ۱۹۷۵۷) میں اس کا ایک ضعیف شاہد ہے، شعب الایمان للبیہقی (۴۷۳/۱ ح ۷۵۱) میں اس کا تیسرا ضعیف شاہد بھی ہے لیکن یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''إنما سمي القلب قلبًا لتقلبه و إنما مثل القلب مثل ريشة بفلاة من الأرض '' قلب (دل) کو اس کے پھرنے کی وجہ سے دل کہا جاتا ہے اور دل کی مثال چٹیل میدان پر پڑے ہوئے پَر کی طرح ہے۔

(مسند علی بن الجعد: ۱۴۵۰ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۱/۲۶۱)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے۔

[۱۰۴] وعن علي قال :قال رسول الله ﷺ :((لا يؤمن عبد حتى يؤمن بأربع :يشهد أن لا إله إلا الله و أني رسول الله بعثني بالحق ويؤمن بالموت والبعث بعد الموت ويؤمن بالقدر)) . رواه الترمذي و ابن ماجه .

(سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے (۱) اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے (۲) اور یہ کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے (۳) موت اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے پر ایمان (۴) اور تقدیر پر ایمان لائے۔ اسے ترمذی (۲۱۴۵) اور ابن ماجہ (۸۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۷۸) حاکم (۱/۳۳) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند معلول ہے۔ ربعی بن حراش رحمہ اللہ اگرچہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے لیکن انھوں نے یہ روایت ''عن رجل عن علي '' کی سند سے بیان کی ہے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۱۴۵/۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۶، مسند احمد ۱/۱۳۳ ح ۱۱۱۲، مسند عبد بن حمید: ۷۵، شرح السنۃ للبغوی ۱/۱۲۲ ح ۶۶، کتاب القدر للفریابی: ۱۹۲، ۱۹۳، کتاب القدر للبیہقی: ۱۹۳، ۱۹۴)

المزید فی متصل الاسانید کا مسئلہ ہے کہ اگر ایک روایت میں راوی کا اضافہ ہو اور دوسری میں وہ راوی موجود نہ ہو تو اسی اضافے کا اعتبار ہے اِلا یہ کہ اضافے کے بغیر والی روایت میں راوی کی اپنے استاد سے سماع کی تصریح ہو۔ دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۹۰ نوع ۳۷)

روایتِ مذکورہ میں ربعی بن حراش نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا زائد راوی (رجل من بنی اسد) کے اضافے کا ہی اعتبار ہے، امام دارقطنی نے بھی اسی اضافے کو صواب (صحیح) قرار دیا ہے۔ دیکھئے العلل للدارقطنی (ج۳ص ۱۹۶، ۱۹۷س: ۳۵۷)
اور یہ رجل مجہول ہے۔
المزید فی متصل الاسانید کے بنیادی اصولِ حدیث کی رُو سے امام ترمذی و حافظ مقدسی صاحب المختارۃ کا قول مرجوح وغیر صواب ہے۔
اس حدیث کے معنوی شواہد ہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۶۸۷۸) وصحیح مسلم (۱۶۷۶)

[**۱۰۵**] **وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم :**

((صنفان من أمتي ليس لهما فى الإسلام نصيب: المرجئة و القدرية .))

رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب .

(سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے: مرجئہ اور قدریہ
اسے ترمذی (۲۱۴۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اسے ترمذی کے علاوہ ابن ماجہ (۶۲) نے بھی روایت کیا ہے۔ اس کا راوی نزار بن حیان الاسدی ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۱۰۴) وانوار الصحیفۃ (ص۶۱۲) وکتاب المجروحین لابن حبان (۵۶/۳)
اس روایت کے بہت سے ضعیف شواہد ہیں جن کے ساتھ مل کر بھی یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

تنبیہ: سنن ترمذی کے قدیم قلمی نسخے میں اس حدیث کے بعد امام ترمذی کا قول لکھا ہوا ہے کہ ''**هذا حديث حسن غريب**'' (ص ۱۴۱ ب)

محدث متساہل ہو یا معتدل اس کی وہی توثیق وتضعیف اور تصحیح وتضعیف معتبر ہے جو جمہور محدثین کے خلاف نہ ہو۔ یاد رہے کہ جس روایت کی سند صحیح یا حسن لذاتہ نہ ہو تو وہ روایت دین میں حجت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے فوائد وفقہ الحدیث لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

امام بخاری کی قبر کے وسیلے سے دعا

سوال: درج ذیل عبارت کی وضاحت درکار ہے:

قسطلانی نے ''ارشاد الساری'' میں نقل کیا ابو علی حافظ سے، انھوں نے کہا مجھ کو خبر دی ابو الفتح نصر ابن الحسن سمرقندی نے جب وہ آئے ہمارے پاس ۴۶۴ھ میں کہ سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا قحط ہوا لوگوں نے پانی کے لئے کئی بار دعا کی پر پانی نہ پڑا۔ آخر ایک نیک شخص آئے قاضی سمرقند کے پاس اور ان سے کہا: میں تم کو ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا: بیان کرو۔ وہ شخص بولے: تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے دعا کرو، شاید اللہ جل جلالہ ہم کو پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا: تمھاری رائے بہت خوب ہے اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر گیا۔ اور لوگ وہاں روئے اور صاحبِ قبر کے وسیلہ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت کا پانی برسانا شروع کیا یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نکل نہ سکے۔

حوالہ: تیسیر الباری ترجمہ وتشریح صحیح بخاری شریف (علامہ وحید الزمان) جلد اول (دیباچہ) صفحہ ۶۴۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور، ضیاء احسان پبلشرز (۱۹۹۰)

اس واقعہ کی تحقیق وتخریج اپنے ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع کر دیں یا بذریعہ ڈاک مجھے ارسال فرما دیں۔ جزاک اللہ خیراً　(خالد اقبال سوہدروی)

الجواب: روایتِ مذکورہ احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) کی کتاب ارشاد الساری (ج ا ص ۳۹) میں موجود ہے لیکن قسطلانی سے لے کر ابو علی الحافظ تک سند نامعلوم ہے۔

ابو علی الحافظ کون ہے؟ اس کا بھی کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ یاد رہے کہ یہاں ابو علی

الحافظ النیسابوری مراد نہیں ہیں جو کہ حاکم وغیرہ کے استاد تھے۔ وہ تو ابوالفتح نصر بن الحسن السمرقندی کے دور سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی قبر کے پاس بارش کی دعا والا یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔

(۲۳/اپریل ۲۰۰۷ء)

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر کے پاس درود اور اس کا سماع؟

سوال: جو درود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر مبارک کے پاس پڑھا جاتا ہے۔ کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اسے بنفسہ سماعت فرماتے ہیں؟ دلیل سے واضح کریں۔ (فرحان الٰہی، راولپنڈی)

الجواب: ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

''**من صلّی عند قبري سمعته و من صلّی عليّ نائیًا أبلغته**'' جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں اور جو شخص مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۱۳۶/۴، ۱۳۷، مصنفات ابی جعفر بن البختری: ۷۳۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۵۸۳، کتاب الموضوعات لابن الجوزی ۳۰۳/۱ ح ۵۶۲، امالی ابن شمعون بلفظ آخر: ۲۵۵، تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۲۰/۵۹)

عقیلی نے کہا: ''**لا أصل له من حدیث الأعمش**'' اعمش کی حدیث سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (ص ۱۳۷ ج ۴)

ابن الجوزی نے کہا: ''**ھٰذا حدیث لا یصح**'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (الموضوعات ۳۰۳/۱)

اس کا راوی ابو عبدالرحمٰن محمد بن مروان السدی ہے جس کے بارے میں ابن نمیر نے کہا: ''**کذاب**'' (الضعفاء للعقیلی ۱۳۶/۱ وسندہ حسن، الحدیث: ۲۴ ص ۵۲)

امام بخاری اور ابو حاتم رازی نے کہا: اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔

(الضعفاء الصغیر: ۳۵۰، الجرح والتعدیل ۸۶/۸)

ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ راویوں سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔

(المجروحین ۲/۲۸۶، الحدیث: ۲۴ص ۵۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند موضوع ہے۔ حافظ ابن القیم نے ابوالشیخ (الاصبہانی) کی طرف منسوب کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی ﷺ'' سے اس کی دوسری سند دریافت کی ہے۔

(دیکھئے جلاء الافہام ص ۵۴)

اس سند میں عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج مجہول الحال راوی ہے لہٰذا یہ سند ابومعاویہ الضریر تک بھی ثابت نہیں ہے۔ سلیمان بن مہران الاعمش مشہور مدلس تھے اور ان کی عــــن والی روایت ابوصالح سے ہو یا کسی اور سے، غیر صحیحین میں ضعیف ہی ہوتی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۳ص ۳۸ تا ۴۳

حافظ ذہبی کا اعمش کی ابوصالح وغیرہ سے روایت کو محمول علی الاتصال قرار دینا غلط ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف یعنی مردود ہے۔ نیز دیکھئے الضعیفۃ للالبانی (۲۰۳)

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہے جو آپ کو امتیوں کے درود پہنچاتا ہے۔ (الصحیحۃ للالبانی: ۱۵۳۰ بحوالہ الدیلمی والسخاوی)

یہ روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔ پہلی سند میں بکر بن خداش مجہول الحال اور محمد بن عبداللہ بن صالح المروزی مجہول ہے۔ دوسری سند میں نعیم بن ضمضم مجہول اور عمران بن حمیری مجہول الحال ہے لہٰذا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔

صحیح روایت میں آیا ہے کہ اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں اور نبی ﷺ کو آپ کی امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ (سنن النسائی ۳/۴۳ ح ۱۲۸۳، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لاسماعیل بن اسحاق القاضی: ۲۱ وسندہ صحیح، سفیان الثوری صرح بالسماع)

اعلان

ماہنامہ الحدیث: ۲۹ص ۹ پر کمپوزنگ کی غلطی سے ''هذا خلق الله و الخلق'' چھپ گیا تھا جبکہ صحیح ''هذا خلق الله الخلق'' ہے۔ وما علينا إلا البلاغ. حافظ شیر محمد (مکتبۃ الحدیث حضرو)

حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کا ایک خط

حافظ عبدالمنان بن عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین نورپوری ۱۳۶۳ھ (۱۹۴۴ء) کو نور پور چہل حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ عبداللہ روپڑی اور حافظ محمد گوندلوی رحمہم اللہ بہت مشہور ہیں۔ آپ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں عرصۂ دراز سے مدرس ہیں۔ آپ کی چند تصنیفات درج ذیل ہیں: غنچۂ نماز، تحقیق التراویح، نخبۃ الاصول، رفع یدین، ادائے سنتِ فجر، رسالہ بیس رکعت تراویح کی شرعی حیثیت پر ایک نظر، کیا تقلید واجب ہے، اجادۃ القریٰ لاثبات الجمعۃ فی القریٰ، ارشاد القاری الیٰ نقد فیض الباری، احکام ومسائل، مکالمات نورپوری، مقالاتِ نورپوری، زبدۃ التفسیر اور بیع التقسیط وغیرہ۔
حافظ عبدالمنان صاحب حفظہ اللہ سے مجھے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ جزاہ اللہ خیراً / ز ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم حافظ زبیر علی زئی۔ حفظہما اللہ سبحانہ وتعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کا ماہنامہ موقر جریدہ ''الحدیث'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ رسالہ کیا ہے؟ تحقیق وتخریج کے لآلی وجواہر کا گنجینہ، معارف و علوم کے دراہم ودنانیر کا خزینہ اور بحرِ حقائق ودقائق میں شناوری کے لئے ایک سفینۂ ثمینہ۔
حالیہ شمارہ میں کلمہ طیبہ ''لا إلٰه إلا الله محمد رسول الله'' کے متعلق تحقیق وتخریج اس فقیر إلی اللہ الغنی کی نظر سے گذری۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے علم، عمل اور رزق میں برکت فرمائے نیز آپ کو دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق سے نوازے آمین یارب العالمین۔
فتح الباری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث نمبر ۴۲۰۹۔۴۲۱۰ کی شرح میں لکھا ہے۔

''وعند ابن عدي عن أبي هريرة و زاد :مكتوباً فيه لا إله إلا الله محمد رسول الله''
گذارش ہے کہ جناب اس روایت کی تحقیق وتخریج بھی سپرد قلم فرمائیں ۔تمام احباب و اخوان کی خدمت میں تحیہٴ سلام پیش فرمادیں۔ ابن عبدالحق بقلم خود
۱۴۲۸/۳/۱۹ھ سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

روایتِ مذکورہ کی تحقیق: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روایتِ مسئولہ میری تحقیق کے مطابق الکامل لابن عدی (ج ۲ص ۶۵۸، دوسرا نسخہ ج ۳ص ۱۳) اور اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی (ص ۱۴۴) میں محمد بن ابی حمید عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے موجود ہے۔

اس کا راوی محمد (حماد) بن ابی حمید: ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۸۳۶)
امام احمد، امام یحییٰ بن معین، ابوحاتم الرازی، ابوزرعہ الرازی، امام بخاری اور نسائی نے اس پر جرح کی ہے۔ دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری (۳۲۵) کتاب الضعفاء للنسائی (۱۳۷) اور کتاب الجرح والتعدیل (۲۳۳/۷، ۲۳۴)

کامل ابن عدی اور اخلاق النبی ﷺ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا شاہد بھی مروی ہے جس کی سند عباس بن طالب اور حیان بن عبید اللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ کی انگشتری پر'' لا إله إلا الله محمد رسول الله'' لکھا ہوا تھا۔ دیکھئے اخلاق النبی ﷺ (ص ۱۲۸)

اس کی سند ابوخلیفہ الفضل بن حباب کے والد کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حباب مذکور کو میرے علم کے مطابق سوائے ابن حبان کے (الثقات ۲۱۷/۸) کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے اس روایت کو'' سنده واه'' اور اس کی سند سخت کمزور ہے۔ (فتح الباری ۱۲۷/۶ ح ۲۹۷۴) اور شاذ (فتح الباری ۳۲۹/۱۰ ح ۵۸۷۸) لکھا ہے۔

درج بالا روایت کی تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کا فتح الباری میں سکوت حجت نہیں ہے۔

(۱۴۲۸/۴/۱ھ)

احادیث کوقرآن پر پیش کرو، والی حدیث کی تحقیق

سوال: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کچھ لوگ مجھ سے احادیث روایت کریں گے، ان احادیث کوقرآن پر پیش کرو۔ جو حدیث قرآن کے موافق ہو اس پر عمل کرو اور جو قرآن مجید کے موافق نہ ہو اس پر عمل نہ کرو۔ (سنن دارقطنی)

براہِ مہربانی آپ اس حدیث کی تحقیق ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین) [آصف اقبال۔ راولپنڈی]

الجواب: سنن الدارقطنی میں ہے: ''**قال رسول الله ﷺ : إنها تكون بعدي رواة عني الحديث ، فأعرضوا حديثهم على القرآن فما وافق القرآن فخذوا به وما لم يوافق القرآن فلا تأخذوا به**'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد راوی ہوں گے جو مجھ سے حدیث بیان کریں گے پس ان کی حدیث کوقرآن پر پیش کرو پھر جو قرآن کے موافق ہو تو اسے لے لو اور جو قرآن کے موافق نہ ہو تو اسے نہ لو۔

(ج ۴ ص ۲۰۷، ۲۰۸ ح ۴۴۳۰)

اس روایت کی سند میں ایک بنیادی راوی جبارہ بن المغلس ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: **جبارة كذاب** (الجرح والتعدیل ۲/۵۵۰ وسندہ حسن) دارقطنی نے کہا: **متروك** (سوالات البرقانی: ۷۱) امام احمد بن حنبل نے جبارہ کی بعض احادیث کو موضوع یا جھوٹ قرار دیا۔ (دیکھئے کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد ج ۱ ص ۱۸۵ ت ۱۰۰۹) ابن حبان، ذہبی اور ابن حجر وغیرہم (جمہور) نے جبارہ پر جرح کی ہے۔ بعض علماء سے جبارہ کی توثیق یا عدمِ تکذیب مروی ہے جو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ حافظ ہیثمی نے کہا: ''**وضعفه الجمهور**'' اور (جبارہ کو) جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱)

جبارہ کے مجروح ہونے اور امام احمد کی گواہی کو مدنظر رکھنے سے معلوم ہوا کہ سنن دارقطنی والی روایتِ مذکورہ موضوع ہے۔ حافظ دارقطنی نے بذاتِ خود بھی اسے وہم

قرار دیا ہے۔ رہی علی بن الحسین رحمہ اللہ والی مرسل روایت تو اس کا کوئی اتا پتا اور نام ونشان معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ مرسل روایت بھی مردود ہے۔ (۲۴/اپریل ۲۰۰۷ء)

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کسے پیدا کیا؟

سوال: میں چند احادیث طاہر القادری کی کتاب (میلاد النبی) سے نقل کررہا ہوں اور میں ان احادیث کی صحت کے بارے میں تفصیل چاہتا ہوں کہ کیا یہ احادیث صحیح ہیں یا کہ ضعیف. براہ مہربانی ان احادیث کے بارے میں بتائیں تاکہ میں حقیقت سے آگاہ ہوسکوں۔

پہلی حدیث: باب اولیتِ محمدیؐ کا احادیث سے ثبوت۔ (ص ۱۱۰ قادری)

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! مجھے یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟

آپؐ نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور! اپنے نور سے پیدا فرمایا! پھر وہ نور مشیتِ ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا! اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت تھی نہ دوزخ نہ فرشتہ تھا۔ نہ آسمان تھا نہ زمین نہ سورج تھا نہ چاند نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو تقسیم کیا چار حصوں میں!

تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے! پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ! (قسطلانی المواہب اللدنیہ ۱/۷۱، بروایتِ امام عبدالرزاق)

دوسری حدیث (ص ۱۱۵ قادری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم **قال كنت نورًا بين يدي ربي**

قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام ''(قسطلانی، المواہب اللدنیہ ۱/۴۷)

تیسری حدیث (ص ۱۱۷ قادری)

حضرت عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری سے وہ جعفر بن محمد الصادق سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدیؐ کو آسمانوں، زمین، عرش، کرسی، قلم، جنت اور دوزخ سے قبل پیدا فرمایا اور تخلیقِ آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان اور داود سے قبل پیدا فرمایا! اور اس نبی سے پہلے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ یعنی (اور ہم نے اُن (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے) سے لے کر (اور ہم نے انہیں چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دی تھی) تک! اور تمام انبیاء کی تخلیق سے چار لاکھ چوبیس ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور آپ کے ساتھ بارہ حجاب پیدا فرمائے۔

نوٹ: اس کا قادری صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا پھر بھی آپ اس کو ضرور تلاش کیجئے گا اور اس روایت کی مکمل تفصیل بھی بتایئے گا۔ شکریہ

چوتھی حدیث (ص ۱۱۹ قادری)

حضرتِ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل سے دریافت کیا کہ جبرائیل ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمھاری عمر کتنی ہے۔ جبرائیل نے عرض کیا: آقا میری عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات سے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا! آقا میں نے اپنی زندگی میں وہ نورانی ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ آپؐ فرمانے لگے: جبرائیل مجھے اپنے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم وہ (چمکنے والا ستارہ) میں ہی ہوں! (حلبی، السیرۃ الحلبیہ ۱/۳۰)

پانچویں حدیث (ص ۱۲۱ قادری)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کہ آپؐ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے

پہلے قلم کو پیدا کیا پھر اسے فرمایا کہ لکھ اس نے عرض کیا کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قدر تحریر کر جو کچھ پہلے ہو چکا اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔

(ترمذی ۴/۴۵۷ کتاب القدر عن رسول اللہ۔ رقم ۲۱۵۵)

یہ پانچ احادیث ہیں جن کی مجھے مکمل تخریج اور تفصیل چاہئے۔ شکریہ

(ابو محمد شاہد بن یوسف، شیخوپورہ)

الجواب: روایاتِ مسئولہ کی مختصر و جامع تحقیق درج ذیل ہے:

① امام عبدالرزاق سے منسوب روایت =

اس روایت کے بارے میں احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) نے لکھا ہے کہ '' **و روی عبدالرزاق بسنده عن جابر بن عبدالله الأنصاري ...**'' اور عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ الانصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے۔ (المواہب اللدنیہ ج۱ ص ۳۶)

یہ روایت نہ تو مصنف عبدالرزاق میں ملی ہے، نہ تفسیر عبدالرزاق میں اور نہ امام عبدالرزاق کی کسی دوسری کتاب میں لہٰذا اس روایت کی سند معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ: بعض بریلویوں نے ''الجزء المفقود'' کے نام سے چالیس روایات کا ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں اس مفہوم کی، دوسرے الفاظ کے ساتھ ایک روایت لکھی ہوئی ہے۔ یہ الجزء المفقود سارے کا سارا موضوع اور من گھڑت ہے۔ دیکھئے کتاب ''جعلی جزء کی کہانی'' ایک رضاخانی بریلوی نے ''علمی محاسبہ'' کے نام سے ایک گالی نامہ مرتب کر کے شائع کیا ہے لیکن اپنی ساری کارروائی کے باوجود وہ جعلی ''الجزء المفقود'' کو مستند و معتبر ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ ((**أول شيئ خلق الله تعالٰى القلم فأمره فكتب كل شيئ يكون ...**)) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا فرمایا پھر اسے حکم دیا تو اُس نے ہر ہونے والی چیز کو لکھ لیا۔ (السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۱۲، وسندہ صحیح، الاوائل لہ: ۳، المعجم الکبیر ۱۲/ ۶۸

ح ۱۲۵۰۰، مسند ابی یعلیٰ ۴/ ۲۱۷ ح ۲۳۲۹، الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۷۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''أول ما خلق الله القلم ''إلخ اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔ (تفسیر ابن جریر ۲۵/ ۳۰ وسندہ حسن، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۸۹۸)

تفسیر ابن جریر (۲۹/ ۹) میں اس کا صحیح لذاتہ شاہد بھی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''أول ما خلق الله من شيءٍ القلم ''اللہ نے سب سے پہلی چیز جو پیدا فرمائی قلم ہے۔

۲ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت

قسطلانی نے لکھا ہے: ''و في أحكام ابن القطان مما ذكره ابن مرزوق عن علي بن الحسين عن أبيه عن جده أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: كنت نورًا بين يدي ربي قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام ''احکام ابن القطان میں ہے جیسا کہ ابن مرزوق نے ذکر کیا ہے: علی بن حسین سے وہ اپنے ابا (حسین رضی اللہ عنہ) سے وہ ان کے دادا (علی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے سامنے نور تھا۔ (المواہب اللدینہ ۱/ ۳۹)

ابن القطان الفاسی (پیدائش ۵۶۲ھ، وفات ۶۲۸ھ) کی کتاب ''بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب الاحکام'' میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ ابن مرزوق (محمد بن احمد بن محمد بن مرزوق العجیسی، پیدائش ۷۱۰ھ وفات ۷۸۱ھ) نے اس کی کوئی سند بیان کی ہے۔

عجلونی نے اسے کسی ''العلقمی'' کے حوالے سے ''علی بن الحسین عن أبیه عن جده '' کی سند سے نقل کیا ہے۔ (کشف الخفاء ۲/ ۱۳۰ ح ۲۰۰۷)

عجلونی، علقمی، قسطلانی، ابن مرزوق اور ابن القطان الفاسی ان تمام سے لے کر علی بن الحسین رحمہ اللہ تک اس روایت کی کوئی سند کہیں بھی موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

۳ امام عبداللہ بن المبارک کی طرف منسوب روایت

یہ روایت مجھے سند کے ساتھ کہیں نہیں ملی۔ امام عبداللہ بن المبارک سے اس کا راوی

کون ہے؟ اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے لہٰذا یہ روایت بھی باطل اور من گھڑت ہے۔

④ جبریل علیہ السلام کی طرف منسوب روایت

علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی (پیدائش ۹۷۵ھ وفات ۱۰۴۴ھ) نے لکھا ہے:

'' ورأيت في كتاب التشريفات في الخصائص والمعجزات :لم أقف على اسم مؤلفه عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ سأل جبريل عليه السلام فقال :يا جبريل ! كم عمرت من السنين ؟ فقال :يا رسول الله ! لست أعلم غير أن في الحجاب الرابع نجم يطلع في كل سبعين ألف سنة مرة ، رأيته اثنين و سبعين ألف مرة فقال :يا جبريل !و عزة ربي جل جلاله أنا ذلك الكوكب رواه البخاري ... '' میں نے کتاب التشریفات فی الخصائص والمعجزات میں دیکھا ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبریل! تمھاری کتنی عمر ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! مجھے علم نہیں ہے لیکن چوتھے پردے میں ایک ستارہ ہے جو ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا ہے، میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: اے جبریل! میرے رب جل جلالہ کی عزت کی قسم! میں وہی ستارہ ہوں، اسے بخاری نے روایت کیا ہے...(السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۰)

یہ روایت بالکل جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ کتاب کے مصنف کا نام ہی معلوم نہیں اور مجہول مصنف سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک کوئی سند مذکور نہیں ہے۔ پھر گیارہویں صدی ہجری کے حلبی صاحب اسے نقل کر کے لوگوں کے سامنے پھیلا رہے ہیں۔ اس روایت میں امام بخاری، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سب پر جھوٹ بولا گیا ہے حالانکہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔

اس قسم کی بے سروپا روایتوں پر عقیدے یا فضائل کی بنیاد وہی لوگ رکھتے ہیں جو علمِ حدیث اور احادیثِ صحیحہ سے بالکل خالی ہیں۔

⑤ پانچویں روایت: أول ما خلق الله القلم

یہ روایت سنن الترمذی (۲۱۵۵، ۳۳۱۹) مسند ابی داود الطیالسی (۵۷۷) مسند علی بن الجعد (۳۴۴۴) اور السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۵) وغیرہ میں مختصراً ومطولاً ''**عبدالواحد بن سلیم عن عطاء بن أبي رباح عن الولید بن عبادة بن الصامت عن أبیه**'' کی سند سے مروی ہے۔ عبدالواحد بن سلیم ضعیف ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۴۲۴۱)

عبدالواحد کے علاوہ اسے عبداللہ بن السائب نے عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا ہے۔

دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۴) والاوائل (۲)

عطاء بن ابی رباح کے علاوہ اسے ایوب بن زیاد الحمصی نے'' **عبادة بن الولید بن عبادة عن أبیه عن عبادة**'' کی سند سے بیان کیا ہے۔

(مسند احمد ۵/ ۳۱۷ ح ۲۲۷۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۳۱۷، الشریعۃ للآجری ص ۱۸۴ ح ۱۸۰)

ولید بن عبادہ بن الصامت سے اسے عطاء بن ابی رباح اور عبادہ بن الولید کے علاوہ یزید بن ابی حبیب نے بھی بیان کیا ہے۔ (مسند احمد ۵/ ۳۱۷ ح ۲۲۷۰۷ مختصراً نحو المعنیٰ)

ان کے علاوہ اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں جن میں سے بعض کا ذکر سوال نمبر ا کے جواب میں گزر چکا ہے لہٰذا یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن یا صحیح ہے۔ والحمد للہ

(۶/ مئی ۲۰۰۷ء)

تشہد میں رفع سبابہ اور مسلسل اشارہ

سوال: رفع سبابہ کے متعلق حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اپنی کتاب نماز محمدی کے اندر تشہد ثانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تشہد میں تسلسل کے ساتھ انگلی کا اشارہ کرنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے صرف ایک دو بار اشارہ کر لینا ہی کافی ہے؟

(ایاز احمد ناصر، بنیاں ضلع گجرات)

الجواب: امام زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ نے ''**عاصم بن كلیب عن أبیه عن وائل بن حجر رضي الله عنه**'' کی سند سے روایت کیا ہے کہ '' **ثم رفع أصبعه فرأیته**

یحر کھا یدعو بھا '' (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی (شہادت والی) انگلی اٹھائی تو میں نے دیکھا، آپ اسے ہلا رہے تھے اس کے ساتھ دعا کر رہے تھے۔ (مسند احمد ۴/۳۱۸ ح ۱۸۸۷۰، وسندہ صحیح، سنن النسائی ۲/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۸۹۰، صحیح ابن خزیمہ: ۷۱۴ وصرح بتفرد زائدۃ، صحیح ابن الجارود: ۲۰۸، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۵۷ دوسرا نسخہ: ۱۸۶۰)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ زائدہ بن قدامہ: ''ثقة ثبت صاحب سنة'' تھے۔ (التقریب: ۱۹۸۲)

عاصم بن کلیب اور ان کا والد دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ چودھویں پندرھویں صدی میں شیخ مقبل الیمنی وغیرہ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ زائدہ کی روایت شاذ ہے۔ ان لوگوں کا یہ دعویٰ بیتِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اگر ایک ہزار راوی مذکورہ الفاظ بیان نہ کریں اور صرف زائدہ بن قدامہ صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ بیان کریں تو ان الفاظ کا ہی اعتبار ہوگا۔ جب ایک روایت میں ذکر ہے اور دوسری روایات میں ذکر نہیں ہے تو ایسی حالت میں عدمِ ذکر سے استدلال کر کے شاذ ومعلول قرار دینا بے حد عجیب وغریب اور باطل ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ زائدہ بن قدامہ کی اس صحیح روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وصححه ابن خزيمة و ابن حبان و ابن الجارود و ابن الملقن والنووي وابن القيم و ابن حجر العسقلاني وهو مخرج فى الإرواء (۲/۶۸، ۶۹) و صحيح أبي داود (۷۱۷)'' اور اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، ابن الجارود، ابن الملقن، نووی، ابن القیم اور ابن حجر العسقلانی نے صحیح کہا ہے اور اس کی تخریج ارواء الغلیل (۲/۶۸، ۶۹) اور صحیح ابوداود (۷۱۷) میں موجود ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ ۷/۵۵۱ ح ۳۱۸۱)

اس کے بعد شیخ البانی نے تفصیل کے ساتھ ان متاخرین کا زبردست رد کیا ہے جو محدثین کی مخالفت کر کے اس روایت کو آج کل شاذ کہہ رہے ہیں۔ شیخ البانی نے بادلائل یہ بھی ثابت کیا کہ چار ثقہ راویوں نے زائدہ کی متابعت کی ہے۔ والحمدللہ

سوال: فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب '' آپ کے مسائل اور ان کا حل''

میں جنازے کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میت والے گھر جمع ہو کر بیٹھنا یا کسی قسم کا اجتماع کرنا یا میت والے گھر کھانا کھانا نوحہ (یعنی حرام) شمار کرتے تھے۔

(ایاز احمد ناصر، بنیاں ضلع گجرات)

الجواب: یہ روایت مسند احمد (۲/۲۰۴ ح ۶۹۰۵) سنن ابن ماجہ (۱۶۱۲) اور المعجم الکبیر للطبرانی (۲/۳۰۷ ح ۲۲۷۸، ۲۲۷۹) میں ''**إسماعیل (بن أبي خالد) عن قیس (بن أبي حازم) عن جریر بن عبداللہ البجلي رضي اللہ عنه**'' کی سند سے مروی ہے۔ اسماعیل بن ابی خالد کو حافظ ابن حجر نے مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ (۲/۳۶) لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۳۴) لہٰذا یہ روایت اسماعیل کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم یاد رہے کہ اہلِ میت کا لوگوں کے لئے کھانا پکانا اور اس پر اجتماع کرنا بدعت ہے لہٰذا ایسی حرکتوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ (۶/ مئی ۲۰۰۷ء)

دریچۂ اصلاح

تھوڑی سی توجہ اِدھر بھی!

ابن نور محمد

بہت سے امور ایسے ہیں جنھیں صغیر وحقیر جان کر بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور انھیں لائقِ التفات نہیں سمجھا جاتا۔ انھی میں سے ایک ''زبان'' بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: ۶۴۷۴)

نیز فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو کثرت کے ساتھ کون سی چیز جہنم میں داخل کرے گی؟ وہ دو کھوکھلی چیزیں: زبان اور شرمگاہ ہیں۔ (ترمذی: ۲۰۰۴، ابن ماجہ: ۴۲۴۶، اسنادہ صحیح)

حدیثِ نبوی کا ٹکڑا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول ﷺ) کیا زبان کے ذریعے سے بھی ہماری گرفت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم پائے لوگوں کو جہنم میں اوندھے منہ گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔ (ترمذی: ۲۶۱۶، حسن)

حافظ زبیر علی زئی

امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد :

امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**أدركت من قريش أربعة بحور : سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير و أبا سلمة بن عبدالرحمٰن و عبيد الله ابن عبدالله** '' میں نے قریش میں سے چار (علم کے) سمندروں کو پایا ہے: سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبیداللہ بن عبداللہ .

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ج ۱ ص ۶۳ فقرہ: ۱۴۴، دوسرا نسخہ: ۱۴۹، وسندہ صحیح)

امام زہری نے فرمایا: '' **ولقيت أربعة من قريش كلهم بحور: عروة بن الزبير و سعيد بن المسيب و أبو سلمة و عبيدالله** ''
اور میں نے قریش میں چار سے ملاقات کی ہے: عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، ابوسلمہ اور عبیداللہ، یہ سب (علم کے) سمندر تھے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۴۵ وسندہ حسن)

اس مفہوم کی ایک روایت یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب المعرفۃ والتاریخ (۱/۴۷۹) میں بھی ہے۔

امام زہری نے بہت سی روایتوں میں فرمایا ہے: ''**حدثني عروة (بن الزبير)** ''
دیکھئے صحیح بخاری (۶۲۶، ۱۱۲۳) وصحیح مسلم (۱۷۹۵، ۱۷۱/۲/۸۱۸) ومسند احمد (۸۸/۶ ح ۲۴۵۷۳) ومسند الحمیدی (بتحقیقی: ۱۶۰، والنسخۃ الدیوبندیہ: ۱۵۹) ومسند الدارمی (۲۷۷/۱ ح ۱۲۱۹) ومشکل الآثار للطحاوی (تحفۃ الاخیار ۱۰۹/۴ ح ۲۳۸۰) ومعانی الآثار (۱۵۴/۴) والمستدرک للحاکم (۳۴/۱ ح ۹۶) اور التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ (ص ۳۱۹ ح ۸۷۷ وسندہ صحیح)

بعض روایتوں میں امام زہری فرماتے ہیں: ''حدثنا عروۃ '' دیکھئے صحیح بخاری (۳۸۷۲) وصحیح مسلم (۶۰۹ وترقیم دارالسلام: ۱۳۷۵)

بعض جگہ ''أخبرني عروۃ '' کہتے ہیں۔ دیکھئے مسند احمد (۲۰۱/۶ ح ۲۵۶۵۰) ومسند الحمیدی (۳۰۸، ۵۴۳، ۵۵۳ بتحقیقی) ومسند الشافعی (ص ۳۰۷) والأم للشافعی (۲۸/۵) وموطأ امام مالک (۶۰۵/۲ ح ۱۳۲۵) ومسند ابی داود الطیالسی (۳۹) ومسند ابن المبارک (۱۵۹) ومصنف عبدالرزاق (۴۶۰/۷ ح ۱۳۸۸۷، وسندہ صحیح، ۳۲۰/۵ ح ۹۷۱۹ وسندہ صحیح) ومصنف ابن ابی شیبہ (۲۵۲/۱۰ ح ۲۹۳۰۷) وصحیح ابن خزیمہ (۳۰۴، ۳۳۲، ۱۰۳۶، ۲۱۵۰) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۳) والمستدرک للحاکم (۳۴۴/۱ ح ۱۲۴۰، وقال: ''صحیح علیٰ شرط الشیخین '' ووافقہ الذہبی) وصحیح ابن الجارود (المنتقیٰ: ۷۰۰، ۷۲۵، ۷۳۸) ومشکل الآثار للطحاوی (۵۳/۴ ح ۲۲۹۳) ومسند اسحاق بن راہویہ (المکتبۃ الشاملہ ۲۵۲/۲ ح ۷۳۱، ۲۴۲/۲ ح ۷۲۱، ۱۸۶/۲ ح ۶۶۵)

اور کہیں ''سمعت عروۃ '' فرمایا ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۲۸۷۹، ۳۳۹۲، ۴۰۰۷) وصحیح مسلم (۱۶۰/۲۵۴ دارالسلام: ۴۰۵، ۱۳۴/۲۱۴ دارالسلام: ۳۴۶) ومسند احمد (۲۲۳/۶ ح ۲۵۸۶۵) ومسند الدارمی (۱۶۲/۲ ح ۲۲۷۲) والمستدرک للحاکم (۱۶۸/۲ ح ۲۷۰۶ وقال: ''صحیح علیٰ شرط الشیخین '') والسنن الکبریٰ للبیہقی (۴۴۱/۱، ۱۳۸/۷) والمعجم الکبیر للطبرانی (۵۶/۲۳ ح ۱۳۴) وغیرہ۔

اس طرح کے اور بھی بے شمار حوالے ہیں جن سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام زہری امام عروہ کے شاگرد ہیں اور ان کی روایت عروہ سے (صحیحین کے علاوہ سماع کی تصریح کے بعد) متصل ہوتی ہے۔ امام ابن شہاب الزہری بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ ''کان إذا حدثني عروۃ ثم حدثتني عمرۃ صدق عندي حدیث عمرۃ حدیث عروۃ فلما استخبرتھما إذا عروۃ بحر لا ینزف'' جب مجھے عروہ حدیث بیان کرتے پھر عمرہ حدیث بیان کرتیں تو میرے نزدیک عمرہ کی حدیث عروہ کی حدیث کی تصدیق کرتی پھر جب

میں نے دونوں کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ عروہ ایسا سمندر ہیں جس میں کمی نہیں آتی۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ۳۱/۷ وسندہ صحیح)

ان نصوصِ متواترہ کے مقابلے میں ایک جدید تحقیق ظہور پذیر ہوئی ہے۔!

ایک شخص نے مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد و لاہور کی شائع کردہ کتاب ''جعلی جزء کی کہانی اور.... الجزء المفقود یا الجزء المصنوع'' کا ''علمی محاسبہ'' کے نام سے جواب دینے کی کوشش کی ہے جسے علمی محاسبے کے بجائے ''گالی نامہ'' یا مجموعۂ مغالطات وغیرہ کا نام دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ یہ کتاب میلاد پبلکیشنز لاہور سے مارچ ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی ہے۔اس کے مصنف نے لکھا ہے: ''قارئین کرام! بخاری شریف کے ان چھ مقامات پر امام زہری حضرت عروہ بن زبیر سے اخبرنی یا حدثنی سے سماع کی تصریح کررہے ہیں۔ حالانکہ ان کی ملاقات حضرت عروہ بن زبیر سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔جلیل القدر محدث جرح وتعدیل کے بہت بڑے امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

۱۔ ولکن لا یثبت له السماع من عروة و ان کان قد سمع ممن هو اکبر منه غیر ان اهل الحدیث قد اتفقوا علی ذلك و اتفاقهم علی الشئ یکون حجة .

(تہذیب التہذیب ج9 صفحہ 450 طبع حیدر آباد دکن)

لیکن امام زہری کا حضرت عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں ہے اور اگرچہ امام زہری نے عروہ بن زبیر سے بڑے راویوں سے سماع کیا ہے لیکن محدثین عظام نے اس پر اتفاق کیا ہے (کہ امام زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں ہے) اور محدثین کرام کا کسی چیز پر اتفاق حجت ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام زہری کے عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(علمی محاسبہ ص ۷۱، ۷۲)

الجواب: تہذیب التہذیب کی عبارت مذکورہ اپنے سابقہ متن کے ساتھ درج ذیل ہے:

''الزهري لم یسمع من أبان شیئاً لأنه لم یدرکه قد أدرکه و أدرك من

هو أكبر منه ولكن لا يثبت له السماع من عروة و إن كان قد سمع ممن هو أكبر منه غير أن أهل الحديث قد اتفقوا على ذلك و اتفاقهم على الشيً يكون حجة '' (طبع حیدرآباد دکن ج ٦ ص ١٥٠ وطبع دارالفکر ج ٩ ص ٣٩٨)

قارئین کرام ! حیدرآباد کے مطبوعہ نسخے میں خالی جگہ سے صاف ظاہر ہے کہ تہذیب التہذیب سے کچھ عبارت رہ گئی ہے۔ دارالفکر بیروت کے نسخے میں خالی جگہ نقطے ....لگا دیئے گئے ہیں۔

حافظ ابن حجر کی مذکورہ عبارت اصل میں ابن ابی حاتم کی کتاب المراسیل سے منقول ہے۔ کتاب المراسیل کی مکمل عبارت درج ذیل ہے:

''الزهري لم يسمع من أبان بن عثمان شيئًا لا أنه لم يدركه ، قدأدركه و أدرك من هو أكبر منه ولكن لا يثبت له السماع منه كما أن حبيب بن أبي ثابت لا يثبت له السماع من عروة بن الزبير وهو قد سمع ممن هو أكبر منه غيرأن أهل الحديث قد اتفقوا علىٰ ذلك و اتفاق أهل الحديث علىٰ شيً يكون حجة ''

زہری نے ابان بن عثمان سے کچھ بھی نہیں سنا، یہ نہیں کہ انھوں نے ابان کو نہیں پایا، انھیں پایا ہے اوران سے بڑی عمر والوں کو (بھی) پایا ہے لیکن ان کا ابان سے سماع ثابت نہیں ہے جیسا کہ حبیب بن ابی ثابت کا سماع عروہ بن زبیر سے ثابت نہیں ہے اور انھوں نے عروہ سے بڑی عمر والوں سے سنا ہے لیکن اہلِ حدیث (محدثین) کا اس پر اتفاق ہے اور کسی چیز پر اہلِ حدیث کا اتفاق ہو تو وہ حجت ہوتا ہے۔ (المراسیل لابن ابی حاتم ص ١٩٢)

یہ روایت بعض اختصار کے ساتھ حافظ ابن حجر کے استاد صلاح الدین العلائی کی کتاب جامع التحصیل (ص ٢٦٩) میں بھی موجود ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کا سماع عروہ سے ثابت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر (امام ابوحاتم رازی سے) یہ نقل فرما رہے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں ہے جب کہ کاتب یا کمپوزر کی غلطی سے حبیب

بن ابی ثابت کا نام اس عبارت سے گر گیا ہے اور '' گالی نامہ'' کے مصنف نے اس ناقص عبارت کی بنیاد پر اتنا بڑا دعویٰ کر دیا ہے کہ '' امام زہری کے عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔'' سبحان اللہ!

امام زہری تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ سے سنا ہے اور بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی وغیرہ محدثین زہری کی عروہ سے روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں پھر بھی '' گالی نامہ'' کے مصنف یہ دعویٰ کر کے بغلیں بجا رہے ہیں کہ زہری کی عروہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔!

کتابت اور کمپوزنگ کی غلطیوں پر تحقیق کی بنیاد وہی شخص رکھتا ہے جس کا مقصد علم و تحقیق نہیں بلکہ دھوکا اور مغالطہ ہوتا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی پر تعجب ہے کہ انھوں نے اتنی فاش غلطیوں والی کتاب پر کس طرح تقریظ لکھ دی ہے؟ کیا انصاف دنیا سے رخصت ہو گیا ہے؟ کیا بریلویوں میں ایسا کوئی نہیں جو انھیں سمجھائے کہ یہ کیا لکھ رہے ہو؟

ایک یقینی و قطعی بات کا انکار ایک ناقص عبارت سے کر دینا اہلِ تحقیق کو کبھی زیب نہیں دیتا۔

تنبیہ: گالی نامے کے مصنف نے تہذیب التہذیب کی جو عبارت نقل کر کے یہ اعلان کیا ہے '' حالانکہ ان کی ملاقات حضرت عروہ بن زبیر سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔''

اسی طرح مشہور منکرِ حدیث تمنا عمادی نے اپنی کتاب '' امام زہری و امام طبری، تصویر کا دوسرا رخ'' میں تہذیب کی مذکورہ عبارت کا ایک حصہ نقل کر کے یہ اعلان کیا ہے:

'' مگر باوجود اس کے خود حافظ ابن حجرؒ ہی لکھتے ہیں اور یقین کے ساتھ لکھتے ہیں کہ زہری کا سماع احادیث عروہ سے ثابت نہیں ہے۔'' (ص ۱۳۵، نیز دیکھئے ص ۱۳۲)

معلوم ہوا کہ اہلِ سنت ہونے کے بعض دعویدار اصل میں تمنا عمادی اور منکرینِ سنت کے قدموں کے نشانات پر اندھا دھند گامزن ہیں۔

سنن ترمذی کی ایک سند کا ذکر کر کے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''فإن كان محفوظًا احتمل أن يكون الزهري سمعه من عروة مختصرًا و سمعه عنه مطولاً و إلا فالقول ما قال ابن المبارك ''اگر (ترمذی کی یہ عبارت) محفوظ ہے تو اس کا احتمال ہے کہ زہری نے اسے عروہ سے مختصراً سنا ہے اور ان (عبداللہ بن ابی بکر) سے مطولاً سنا ہے ورنہ وہی قول (راجح) ہے جو ابن المبارک نے فرمایا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۰ص ۴۲۷، ۴۲۸ تحت ح ۵۹۹۵ کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ)

حافظ ابن حجر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھی اس کے قائل ہیں کہ زہری نے عروہ سے سنا ہے۔اس تحقیق کے بعد تہذیب التہذیب کا وہ نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے ابراہیم الزیبق اور عادل مرشد کی تحقیق کے ساتھ مؤسسۃ الرسالۃ سے شائع کیا گیا ہے۔اس نسخے میں لکھا ہوا ہے کہ ''الزهري لم يسمع من أبان شيئًا لا أنه لم يدركه، قد أدركه و أدرك من هو أكبر منه ولكن لا يثبت له السماع منه ، كما أن حبيب بن أبي ثابت لا يثبت له السماع من عروة ، و إن كان قد سمع ممن هو أكبر منه ، غير أنّ أهل الحديث قد اتفقوا على ذلك ، و اتفاقهم على الشيئ يكون حجة .'' (تہذیب التہذیب ۳/ ۶۹۸)

تہذیب التہذیب کا یہ نسخہ مکتبہ قادسیہ لاہور اور ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد میں موجود ہے۔

تنبیہ: عروہ بن الزبیر المدنی رحمہ اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں پیدا ہوئے اور ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ (تقریب التہذیب: ۴۵۶۱)

جبکہ امام ابن شہاب الزہری المدنی ۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۸، ۳۵۶)

یعنی عروہ کی وفات کے وقت زہری کی عمر ۴۳ سال تھی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی سے مطالبہ ہے کہ وہ ذخیرۂ حدیث سے امام زہری کی عروہ بن الزبیر سے ایک ثابت شدہ مصرح بالسماع روایت پیش کریں جس پر محدثین یا کسی ایک مستند محدث نے یہ حکم لگایا ہو کہ یہ روایت منقطع ہے۔! (۲۹/ اپریل ۲۰۰۷ء)

حافظ زبیر علی زئی

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ

امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی ابوبکر الصنعانی رحمہ اللہ ۱۲۶ ہجری زمانۂ خیرالقرون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن المبارک، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، فضیل بن عیاض، مالک بن انس، معمر بن راشد اور جعفر بن سلیمان بہت مشہور ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں احمد بن صالح المصری، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، زہیر بن حرب، علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی اور یحییٰ بن معین جیسے جلیل القدر ائمہ تھے۔

جمہور محدثین نے امام عبدالرزاق کو ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔ آپ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن الجارود، صحیح ابن حبان، صحیح ابی عوانہ اور المستدرک للحاکم وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی ثقاہت

درج ذیل محدثینِ کرام سے امام عبدالرزاق کی توثیق ثابت ہے:

۱: یحییٰ بن معین (قال): **ثقة لابأس به**

(الکامل لابن عدی ۱۹۴۸/۵ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۵۳۹/۶) (قال: ثقة/ سوالات ابن الجنید: ۷۳۴)

۲: العجلی (قال): **ثقة یکنی أبابکر و کان یتشیع** (تاریخ العجلی: ۱۰۰۰)

۳: البخاری = انھوں نے عبدالرزاق سے صحیح بخاری میں سو (۱۰۰) سے زیادہ روایتیں لی ہیں۔

تنبیہ: امام بخاری نے فرمایا: ''**ماحدّث من کتابه فهو أصح**'' انھوں نے جو حدیثیں اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ زیادہ صحیح ہیں۔ (التاریخ الکبیر ۱۳۰/۶) یہ کوئی جرح نہیں ہے۔

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل الکبیر میں لکھا ہوا ہے کہ (امام بخاری نے فرمایا:) ''**وعبدالرزاق یهم في بعض ما یحدّث به**'' اور عبدالرزاق کو بعض حدیثوں میں وہم

ہوجاتا ہے۔(ج ا ص ۵۳۵، ۵۳۶)

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: جمہور محدثین کی توثیق کے بعد، بعض روایتوں میں وہم ثابت ہوجانے سے راوی ضعیف نہیں ہوجاتا بلکہ وہ ثقہ وصدوق ہی رہتا ہے اور صرف وہم ثابت ہوجانے والی روایت کو رد کر دیا جاتا ہے۔

دوم: العلل الکبیر کا بنیادی راوی ابو حامد التاجر ہے (العلل الکبیر ج ا ص ۷۵) یہ مجہول الحال ہے۔ العلل الکبیر کے محقق کو بھی اس کے حالات نہیں ملے۔ (دیکھئے مقدمۃ العلل الکبیر ج ا ص ۵۸)

۴: مسلم = امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں امام عبدالرزاق سے بکثرت روایتیں لی ہیں۔

۵: یعقوب بن شیبہ (قال:) **ثقة ثبت** (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/ ۱۷ا وسندہ صحیح)

۶: ہشام بن یوسف (قال:) **کان عبدالرزاق أعلمنا و أحفظنا**

(تاریخ دمشق ۳۸/ ۱۷ا وسندہ صحیح)

۷: احمد بن حنبل = امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے زیادہ بہتر حدیث بیان کرنے والا کوئی دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/ ۱۲۶ وسندہ صحیح)

امام احمد نے ابن جریج سے روایت میں عبدالرزاق کو سب سے ثبت (ثقہ) قرار دیا:

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۵۹ وسندہ صحیح)

۸: ابو زرعۃ الدمشقی (قال:) **عبدالرزاق أحد من قد ثبت حدیثه**

(تاریخ دمشق ابن عساکر ۳۸/ ۱۲۶ وسندہ صحیح)

۹: ابن حبان = ذکرہ فی الثقات (۸/ ۴۱۲) وقال: ''**وکان ممن جمع وصنف وحفظ وذاکر وکان ممن یخطئ إذا حدّث من حفظه علیٰ تشیع فیه .**''

جمہور کی توثیق کے بعد یخطئ وغیرہ جرحیں مردود ہوجاتی ہیں، خود حافظ ابن حبان نے اپنی مشہور کتاب التقاسیم والانواع (صحیح ابن حبان) میں عبدالرزاق سے بکثرت روایتیں لی

ہیں۔ تشیع کا جواب آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

۱۰: ابن عدی = ابن عدی نے طویل کلام کے آخر میں کہا: '' **وأما في باب الصدق فأرجو أنه لا بأس به إلا أنه قد سبق منه أحاديث في فضائل أهل البيت ومثالب آخرين مناكير** '' (الکامل ۵/۱۹۵۲ دوسرا نسخہ ۶/۵۴۵)

یاد رہے کہ جمہور محدثین کی توثیق کے بعد احادیثِ فضائل ومثالب کو مناکیر قرار دینا صحیح نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اگر مناکیر کو جرح پر ہی محمول کیا جائے تو ان کا تعلق بعد از اختلاط اور مدلّس روایتوں ہی سے ہے۔

۱۱: ابن شاہین = ذکرہ فی کتاب الثقات (۱۰۹۲)

۱۲: ابن خزیمہ = امام ابن خزیمہ نے عبدالرزاق سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۱۳: ابن الجارود = ابن الجارود نے اپنی کتاب المنتقٰی (صحیح ابن الجارود) میں عبدالرزاق سے روایتیں لی ہیں۔

۱۴: ترمذی = امام ترمذی نے عبدالرزاق سے ایک روایت لے کر فرمایا:

''**ھٰذا حدیث حسن صحیح**'' (سنن الترمذی:۳۱)

لہٰذا وہ امام ترمذی کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

۱۵: دارقطنی = دارقطنی نے عبدالرزاق کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا: ''**إسناد صحیح**'' (سنن دارقطنی ۱/۵۳ ح ۱۳۷) دوسری جگہ راویوں (جن میں عبدالرزاق بھی ہیں) کے بارے میں فرمایا: **کلھم ثقات** (سنن دارقطنی ۱/۱۱۳ ح ۱۱۷۴)

یعنی وہ دارقطنی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۶: حاکم = حاکم نے اپنی کتاب المستدرک میں عبدالرزاق کی بیان کردہ بہت سی احادیث کو صحیح کہا۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۳۶ ح ۱۰۴)

حاکم نے کہا: عبدالرزاق اہلِ یمن کے امام ہیں اور جس راوی کی وہ تعدیل کریں، حجت

ہے۔ (المستدرک ۱/۱۱٦ح ۳۹۹)

۱۷: الضیاء المقدسی = انھوں نے اپنی کتاب المختارۃ میں عبدالرزاق سے بہت سی حدیثیں لی ہیں مثلاً دیکھئے ج ۳ص ۲۱۸ح ۱۰۲۱ وج ۲ص ۲۹٦ح ٦۷۷ وغیرہ۔

۱۸: ابن عساکر (قال:) **أحد الثقات المشهورين.** (تاریخ دمشق ۳۸/۱۱۰)

۱۹: ذہبی (قال:) **الثقة الشيعي** (سیر اعلام النبلاء ۹/۵٦۴)

۲۰: ابن حجر العسقلانی (قال:) **ثقة حافظ مصنف شهير ،عمي في آخر عمره فتغير و كان يتشيع.** (تقریب التہذیب:۴۰٦۴)

آخری عمر کے اختلاط اور تشیع کی بحث آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

۲۱: بزار (قال:) **وعبدالرزاق عندي ثقة** (مسند البزار بحوالہ البدر المنیر لابن الملقن ۷/۳۸۴)

۲۲: ابن الجوزی (قال:) **ثقة** (التحقیق فی احادیث الخلاف ح ۲ص ٦۲ح ۱۰۴۹)

۲۳: ابن الملقن (قال:) **وعبدالرزاق ثقة حجة.** (البدر المنیر ۹/٦٦۵)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ امام بیہقی کا کلام ہے جسے ابن الملقن نے الخلافیات سے نقل کیا ہے اور کوئی تردید نہیں کی۔

۲۴: البیہقی (قال:) **وعبدالرزاق ثقه حجة.** (مختصر الخلافات للبیہقی ۴/۳۳۵)

۲۵: ابن حزم = ابن حزم نے عبدالرزاق وغیرہ کے بارے میں کہا:

ورواته كلهم ثقات مشاهير. (المحلّٰی ۷/۳٦۷ مسألۃ:۹۷۵)

۲٦: ابوعوانہ الاسفرائنی = ابوعوانہ نے اپنی کتاب المستخرج علیٰ صحیح مسلم (مسند ابی عوانہ/صحیح ابی عوانہ) میں عبدالرزاق سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۲۷: ابونعیم الاصبہانی = ابونعیم نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں عبدالرزاق سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۲۸: احمد بن ابی بکر البوصیری (قال:) **ثقة** (زوائد سنن ابن ماجہ:۱۲۵۳)

۲۹: ابوزرعہ الرازی (قال:) **وحسن الحديث** (کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ص ۴۵۰)

عبدالرزاق پر امام ابوزرعہ کی جرح، عبدالرزاق کی حالتِ اختلاط (کے دور) پر محمول ہے۔

۳۰: بغوی = محیي السنة حسین بن مسعود البغوی نے عبدالرزاق کی بیان کردہ حدیث کو ''هٰذا حدیث صحیح'' کہا۔ (شرح السنۃ ۱/۸۱ ح ۴۱)

امام عبدالرزاق پر جرح

ان موثقین کے مقابلے میں عبدالرزاق پر درج ذیل جرح ملتی ہے:

① اختلاط　② تدلیس　③ تشیع　④ روایت پر جرح

① اختلاط: اختلاط کا الزام ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہم عبدالرزاق کے پاس دوسو (ہجری) سے پہلے گئے تھے اور ان کی نظر صحیح تھی، جس نے اُن کے نابینا ہونے کے بعد سُنا تو اس کا سماع ضعیف ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۶۰، وسندہ صحیح)

امام نسائی نے کہا: '' فیه نظر لمن کتب عنه بآخرةٍ''

جس نے اُن سے آخری دور میں لکھا ہے اُس میں نظر ہے۔ (کتاب الضعفاء: ۳۷۹)

اختلاط کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جس ثقہ وصدوق راوی کی روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہوں تو وہ صحیح ہوتی ہیں۔ درج ذیل راویوں نے عبدالرزاق کے اختلاط سے پہلے سُنا ہے:

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی، یحیٰ بن معین اور وکیع بن الجراح وغیرہم. (الکواکب النیرات ص ۲۷۶) اسی طرح اسحاق بن منصور، محمود بن غیلان، اسحاق بن ابراہیم السعدی، عبداللہ بن محمد المسندی، محمد بن یحیٰ بن ابی عمر العدنی، یحیٰ بن جعفر البیکندی، یحیٰ بن موسیٰ البلخی، احمد بن یوسف السلمی، حجاج بن یوسف الشاعر، الحسن بن علی الخلال، سلمہ بن شبیب، عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم، عبد بن حمید، عمرو بن محمد الناقد، محمد بن رافع اور محمد بن مہران الحمال (وغیرہم) کا عبدالرزاق سے سماع اختلاط سے پہلے ہے لہٰذا عبدالرزاق کی مطلق روایات پر اختلاط کی جرح کوئی جرح ہی نہیں ہے۔ والحمدللہ

② تدلیس: تدلیس کا الزام ثابت ہے۔

(دیکھئے الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳/۱۱۰، ۱۱۱ وسندہ صحیح، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۴۵)

تدلیس کے بارے میں اصول یہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت (معتبر متابعت یا معتبر شاہد کے بغیر) ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے کتب اصول حدیث اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۳ص ۵۴، ۵۵ لہٰذا ثقہ راوی کی مصرح بالسماع روایت پر تدلیس کی جرح کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

③ تشیع: تشیع کے سلسلے میں عرض ہے کہ عبدالرزاق کا اثناعشری جعفری شیعہ یا رافضی ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ ان کا تشیع بعض اہلِ سنت کا تشیع ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے اور تمام صحابہ سے محبت کرتے تھے۔ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا عبدالرزاق تشیع میں افراط کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اس سلسلے میں اُن (عبدالرزاق) سے کوئی بات نہیں سُنی ہے۔ الخ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۱۰، وسندہ صحیح)

عبدالرزاق بن ہمام فرماتے ہیں: میں شیخین (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی فضیلت کا قائل ہوں کیونکہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے آپ پر فضیلت دی ہے۔ الخ

(الکامل لابن عدی ۵/۱۹۴۹، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۶/۵۴۰)

امام عبدالرزاق نے فرمایا: ''والله ما انشرح صدري قط أن أفضّل علياً على أبي بكر وعمر، رحم الله أبابكر ورحم الله عمر، ورحم الله عثمان ورحم الله علياً ومن لم يحبهم فما هو بمؤمن فإن أوثق عملي حبي إياهم رضوان الله عليهم ورحمته أجمعين''

اللہ کی قسم! میرے دل میں کبھی علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دینے پر اطمینان نہیں ہوا، اللہ ابوبکر پر رحم کرے، اللہ عمر پر رحم کرے، اللہ عثمان پر رحم کرے، اللہ علی پر رحم کرے اور جو اِن سب سے محبت نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے۔ میرا سب سے مضبوط عمل یہ ہے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اللہ ان سے راضی ہو اور ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۱۳۰، وسندہ صحیح، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۱/۲۵۶ ح ۱۴۶۵، وسندہ صحیح)

اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ امام عبدالرزاق شیعہ نہیں تھے بلکہ انھوں نے تشیع یسیر سے بھی رجوع کرلیا تھا کیونکہ اس قول میں وہ چاروں خلفائے راشدین کی ترتیب اور اُن سے محبت کے قائل ہیں۔ جو شخص اس سنہری قول کے باوجود عبدالرزاق کو شیعہ شیعہ کہنے کی رَٹ لگاتا ہے اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال سے کرانا چاہئے۔

تنبیہ (۱): تشیع یسیر سے بھی عبدالرزاق کا رجوع ثابت ہے۔ ابو مسلم البغدادی الحافظ (ابراہیم بن عبداللہ الکجی البصری) نے امام احمد سے نقل کیا کہ عبدالرزاق نے تشیع سے رجوع کرلیا تھا۔ دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۹/۳۸ وسندہ حسن)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا:

''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۹ ح ۵۵۳۴ دوسرا نسخہ: ۵۵۵۱)

انھوں نے ایک حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا: ''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں یعنی اسی کے قائل ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۷۹ ح ۶۳۹۳ [۶۴۲۰])

سیدنا معاویہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ احادیث پر عمل کرنے والا شیعہ (!) ساری دنیا میں کہیں نہیں ملے گا، چاہے چراغ کے بدلے آفتاب کے ذریعے سے ہی تلاش کیا جائے۔

تنبیہ (۲): جن روایات میں عبدالرزاق کا شدید تشیع مروی ہے اُن میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرزاق سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ دیکھئے تارِیخ بغداد للخطیب (۱۴/۴۲۷ ت ۷۷۸۸ و تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۲۹/۳۸)

اس کا راوی ابوالفرج محمد بن جعفر صاحب المصلی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تاریخ بغداد ۲/۱۵۵، ۱۵۶)

اور ابوزکریا غلام احمد بن ابی خثیمہ مجہول الحال ہے۔

ایک روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''انظروا إلی الأنوك'' آیا ہے۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۱۰)

اس میں علی بن عبداللہ بن المبارک الصنعانی نامعلوم ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حکایت

کی سند میں ارسال یعنی انقطاع ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۶۱۱) اور منقطع روایت مردود ہوتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرزاق نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: ہماری مجلس کو ابوسفیان کے بیٹے کے ذکر سے خراب نہ کرو۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹)

اس کی سند میں احمد بن زکیر الحضرمی اور محمد بن اسحاق بن یزید البصری دونوں نامعلوم ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ نے عبدالرزاق کو ﴿ **الذین ضل سعیھم فی الحیا ۃ الدنیا** ﴾ میں سے قرار دیا۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹)

اس میں احمد بن محمود الہروی نامعلوم ہے۔ مختصر یہ کہ یہ سب روایات مردود اور بشرطِ صحت منسوخ ہیں۔

④ روایت پر جرح: روایت پر جرح دو طرح سے ہے:

اول: ابوحاتم الرازی نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کو کثیر الخطاء کہا۔

(علل الحدیث ۲/۱۴۴ ح ۱۹۳۱)

یہ جرح جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم نے کہا: **یکتب حدیثه ولا یحتج به** (الجرح والتعدیل ۶/۳۹) اس جرح کا سقوط مخالفتِ جمہور سے ظاہر ہے۔

دوم: ایک روایت میں آیا ہے کہ عباس بن عبدالعظیم نے عبدالرزاق کو کذاب کہا۔

(الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹، الکامل لابن عدی ۵/۱۹۴۸ [۶/۵۳۸])

اس روایت کا راوی محمد بن احمد بن حماد الدولابی بذاتِ خود ضعیف ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۳/۴۵۹) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ زید بن المبارک نے کہا: ''**عبدالرزاق کذاب یسرق**''

(تاریخ دمشق ۳۸/۱۳۰)

اس روایت میں ابن عساکر کا استاد ابوعبداللہ البلخی (الحسین بن محمد بن خسرو) ضعیف اور معتزلی تھا۔ (دیکھئے لسان المیزان ۲/۳۱۲، دوسرا نسخہ ۲/۵۷۷، ۵۷۸) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

۱: اس روایت میں (بشرطِ صحت) عبدالرزاق سے مراد عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی نہیں

بلکہ کوئی دوسرا عبدالرزاق ہے مثلاً عبدالرزاق بن عمر الثقفی الدمشقی وغیرہ .

۲: یہ (غیر ثابت) جرح امام ابن معین اور امام احمد وغیرہما کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

خلاصۃ التحقیق: امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق یعنی صحیح الحدیث وحسن الحدیث راوی ہیں بشرطیکہ وہ سماع کی تصریح کریں اور روایت اختلاط سے پہلے کی ہو۔

امام عبدالرزاق پر بے جا اعتراضات اور ان کا جواب

آخر میں امام عبدالرزاق پر حبیب الرحمٰن کاندھلوی تقلیدی کی جرح اور اس کا رد پیشِ خدمت ہے جسے جاوید احمد غامدی نے ''اشراق'' (مارچ ۲۰۰۷ء) میں نقطۂ نظر کے باب میں اس اعلان کے ساتھ شائع کیا ہے کہ ''اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔'' !

کاندھلوی تقلیدی صاحب لکھتے ہیں : ''اس کے علاوہ خود عبدالرزاق کی ذات مشکوک ہے۔[1] محدثین کا بیش تر طبقہ انھیں رافضی قرار دیتا ہے۔[2] بلکہ بعض تو انھیں کذاب بھی کہتے ہیں۔[3] اور جو لوگ ان کی روایات قبول کرتے ہیں، وہ بھی چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں:[4]

ا: چونکہ یہ شیعہ ہیں، لہٰذا فضائل ومناقب اور صحابہ کی مذمت میں جو روایات ہیں، وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔[5]

۲: ۲۱۰ھ میں ان کا دماغ جواب دے گیا تھا اور جو شخص بھی چاہتا، وہ ان سے حدیث کے نام سے جو چاہتا کہلوا لیتا۔ لہٰذا ۲۱۰ھ کے بعد سے ان کی تمام روایات ناقابل قبول ہیں۔[6]

۳: ان سے ان کا بھانجا جو روایات نقل کرتا ہے، وہ سب منکر ہوتی ہیں۔[7]

۴: یہ معمر سے روایات غلط بیان کرنے میں مشہور ہے، اور اس کی عام روایات معمر سے ہوتی ہیں۔[8]

۵۔ ان عیوب سے پاک ہونے کے بعد اس روایت کے راوی تمام ثقہ ہوں اور سند متصل ہو تو پھر وہ روایت قابل قبول ہوگی، ورنہ نہیں۔ یہ تمام شرائط ان حضرات کے نزدیک ہیں جو اس کی روایت قبول کرتے ہیں، ورنہ محدثین کا ایک گروہ اس کے رافضی ہونے کے باعث اس کی روایت ہی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔[9] بلکہ زید بن المبارک تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ واقدی سے زیادہ جھوٹا ہے۔[10]

تفصیل کے لئے کتب رجال ملاحظہ کیجئے۔'' (۱۱)

(ماہنامہ اشراق لاہور جلد ۱۹ شمارہ: ۳ ص ۲۸، مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت از کاندھلوی ج ۱ ص ۶۹)

الجواب: اس عبارت پر ہمارے لگائے ہوئے نمبروں کے تحت جواب درج ذیل ہے:

(۱) ہمارے اس مضمون میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثینِ کرام کے نزدیک عبدالرزاق بن ہمام ثقہ وصدوق ہیں اور ان پر تدلیس واختلاط کے علاوہ جرح مردود ہے لہٰذا عبدالرزاق کی ذات مشکوک نہیں بلکہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی صدیقی تقلیدی بذاتِ خود مشکوک ہیں مثلاً:

فاتحہ خلف الامام کے خلاف کتاب میں کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''۱۲۔ امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من ادرك الركوع مع الامام فقد ادرك الركعة** جس نے امام کے ساتھ رکوع پایا اس نے رکعت پالی۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۹۰) '' (فاتحہ خلف الامام ص ۱۰، ۱۱)

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب، ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہ تو امام بیہقی کی السنن الکبریٰ کے محولہ صفحے یا کسی دوسرے صفحے پر موجود ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں یہ روایت موجود ہے لہٰذا کاندھلوی صاحب نے اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی تینوں پر جھوٹ بولا ہے۔

مثال دوم: حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام محمد بن عبداللہ بن نمیر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں کہا:

''**رُمِي بالقدر وكان أَبْعَدَ الناس منه**'' (ج ۳ ص ۴۶۹)

اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں: ''محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ اسی لئے لوگ اس سے دور بھاگتے تھے'' (مذہبی داستانیں حصہ اول ص ۹۳)

یہ ترجمہ غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس پر قدری ہونے کا الزام ہے اور وہ اس (الزام) سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور تھے، محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ابن اسحاق کے بارے میں فرمایا: اگر وہ مشہور لوگوں سے روایت کریں جن سے انھوں نے سُنا ہے تو حسن الحدیث

صدوق ہیں۔ الخ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۲۰ و تاریخ بغداد للخطیب ج ۱ ص ۲۲۷ وسندہ صحیح)
رہا مجہولین سے احادیثِ باطلہ بیان کرنا تو ان میں جرح مجہولین پر ہے۔ دیکھئے عیون الاثر لابن سید الناس (ج ۱ ص ۱۴)
معلوم ہوا کہ درج بالا عبارت میں کاندھلوی نے امام ابن نمیر پر جھوٹ بولا ہے اور عربیت میں اپنی جہالت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کاندھلوی صاحب کی اپنی ذات مشکوک ہے اور پُرانے ضعیف و متروک راویوں کی طرح وہ بذات خود ضعیف و متروک شخصیت ہیں۔
(۲) ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدث نے بھی عبدالرزاق کو رافضی نہیں کہا، رہا مسئلہ معمولی تشیع کا تو یہ موثق عندالجمہور راوی کے بارے میں چنداں مضر نہیں ہے۔ خود کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں: ''گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں'' (مذہبی داستانیں ج ۱ ص ۲۶۳)
دوسرے یہ کہ تشیع سے عبدالرزاق کا رجوع بھی ثابت ہے جیسا کہ اسی مضمون میں باحوالہ گزر چکا ہے۔
(۳) عبدالرزاق پر کذاب والی جرح کسی محدث سے ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو امام احمد، امام ابن معین اور امام بخاری وغیرہم کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔
(۴) یہ شرائط کاندھلوی صاحب کی خود ساختہ ہیں۔
(۵) جو راوی ثقہ و صدوق ہو تو اس پر شیعہ وغیرہ کی جرح کر کے اس کی روایات کو ناقابلِ قبول سمجھنا غلط ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ سچا راوی جس پر بدعتی ہونے کا الزام ہے، کی روایت قابلِ قبول ہوتی ہے، چاہے وہ اس کی بدعت کی تقویت میں ہو یا نہ ہو بشرطیکہ بدعت مکفّرہ نہ ہو۔
دیکھئے التنکیل بمافی تأنیب الکوثری من الاباطیل (ج ۱ ص ۴۲ تا ۵۲)
دیوبندی حلقے کے مشہور مصنف سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:
''اور اصول حدیث کے رُو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجئ وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا'' (احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۰)
(۶) یہ مسلّم ہے کہ اختلاط سے پہلے عبدالرزاق کی ساری (صحیح) روایات صحیح ہیں جیسا کہ

اس مضمون میں اختلاط کی بحث کے تحت گزر چکا ہے، رہی اختلاط کے بعد والی روایتیں تو وہ بے شک نا قابل قبول ہیں۔

(۷) عبدالرزاق کا بھانجا احمد بن داود مشہور کذاب تھا لہٰذا اس کا عبدالرزاق سے منکر روایتیں بیان کرنا خود اس کی اپنی وجہ سے تھا، عبدالرزاق کی وجہ سے نہیں تھا لہٰذا اس جرح سے عبدالرزاق بری ہیں۔

(۸) بعض محدثین نے عبدالرزاق کی معمر سے روایتوں پر جرح کی ہے مثلاً دارقطنی نے فرمایا: ''ثقة يخطئ علىٰ معمر في أحاديث لم تكن في الكتاب''

(سوالات ابن بکیر: ۲۰ ص ۳۵)

ان بعض کے مقابلے میں جمہور محدثین نے عبدالرزاق کو معمر سے روایت میں قوی اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: جب معمر کے شاگردوں میں معمر کی حدیث کے بارے میں اختلاف ہو تو عبدالرزاق کی حدیث (ہی راجح) حدیث ہو گی۔

(الثقات لابن شاہین: ۱۰۹۲ وسندہ صحیح)

ابن معین نے کہا کہ معمر کی حدیث میں عبدالرزاق ہشام بن یوسف سے زیادہ ثقہ تھے۔

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۵۳۸)

بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبدالرزاق کی معمر سے روایات بکثرت لکھی ہیں اور دوسرے محدثین مثلاً ترمذی وغیرہ نے عبدالرزاق کی معمر سے روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۹) رافضیت کا الزام ثابت نہیں ہے۔

(۱۰) زید بن المبارک کی طرف منسوب یہ قول ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

(۱۱) ہم نے بحمد اللہ کتب رجال کا ملاحظہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام عبدالرزاق جمہور محدثینِ کرام و کبار علمائے اہل سنت کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ آپ ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ (۱۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

اہلِ حدیث اور غیر مقلد میں ترادف نہیں

''اس وقت عموماً مخالف حلقوں میں اہلِ حدیث اور غیر مقلد دو ہم معنی لفظ سمجھے جاتے ہیں اور اہلِ حدیث حضرات بھی اسے گوارا کرتے ہیں لیکن واقعتاً یہ درست نہیں۔ اعتقادی بدعات کے دور میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ وہ حنفی بھی ہیں معتزلی بھی، شافعی، مالکی حتیٰ کہ حنابلہ بھی کلام اور فلسفہ سے متاثر ہونے کے باوجود فروع میں اپنے ائمہ سے وابستہ رہے۔ اشعریت، ماتریدیت کا بھی ان فروعی مسائل ــــــ سے بنیادی فرق تھا۔ لیکن اس وقت بھی اہلِ حدیث مروج تقلید سے انحراف کے باوجود کلام کی جدید رایوں سے چنداں متاثر نہیں ہوئے بلکہ یہ لوگ ان جدید اعتقادات اور نئی ایجادی تعبیرات سے برسرِ پیکار رہے۔ عقائد اور فروع میں ان کی راہ قدیم اور جدید تشریحات اور تصریحات سے مختلف رہی۔ وہ مثبت طور پر اصول اور فرع میں ائمہ سلف کی روش، ان کے ارشادات اور ان کی تصریحات کے پابند رہے اور منفی طور پر وہ کسی خاص فرد، امام یا مجتہد اس کی آراء کی جامد اور کلی پابندی نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے ہر غیر مقلد کو اہلِ حدیث نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ہر اہلِ حدیث کے لئے ضروری ہے کہ جمود اور تقلید سے الگ رہے۔

ہمارے قریبی دور کے کچھ ایسے افراد اور طبقات ہیں جنکو ترکِ تقلید کے باوجود اہلِ حدیث نہیں کہا جا سکتا بلکہ اہلِ حدیث نے ان کے خلاف تنقید میں قیادت فرمائی اس لئے کہ ان کا تعلق ائمہ سلف سے قائم نہ رہ سکا اور فہم میں خیر القرون کے طریقہ کو ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنی آراء کو بعض دفعہ ترجیح دیتے تھے۔''

[تحریکِ آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۱۸۷]

ابن بشیر الحسینوی

رات کے احکام

انتہائی اختصار کے ساتھ رات کے احکام پیشِ خدمت ہیں:

۱) رات میں ہونے والے چند اہم امور درج ذیل ہیں:

ا۔ قرآن حکیم رات کو نازل ہوا۔ (الدخان:۳، القدر:۱)

۲۔ معراج رات کو کروائی گئی۔ (الاسراء:۱)

۳۔ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری:۷۴۹۴، صحیح مسلم:۷۵۸)

۲) رات کیا ہے؟

رات اللہ کی ایک نشانی ہے۔ (الاسراء:۱۲)

رات کو اللہ نے سکون کا ذریعہ بنایا۔ (الانعام:۹۶، النمل:۸۶)

رات کو اللہ نے پردہ بنایا۔ (الفرقان:۴۷)

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ رات کو لائے ہی نہ ہمیشہ دن ہی رکھے اور اس پر بھی قادر ہے کہ وہ دن کو لائے ہی نہ ہمیشہ رات کو ہی برقرار رکھے۔ (دیکھئے القصص:۷۱،۷۲)

اللہ کی خاص رحمت ہے جس نے دن اور رات (دونوں) کو بنایا۔ (دیکھئے القصص:۷۳)

۳) رات اور طہارت

اس میں درج ذیل بحثیں ہیں:

ا۔ رات کو سوتے وقت باوضو ہو کر سونا

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان رات کو ذکر واذکار اور وضو کر کے سوتا ہے تو وہ رات کو بیدار ہونے پر دنیا و آخرت کی جو بھلائی اللہ

تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ بھلائی اللہ تعالیٰ اسے دے دیتا ہے۔'' (سنن ابی داود: ۵۰۴۲ وسندہ صحیح)
نیز دیکھئے صحیح بخاری (۶۳۱۱) صحیح مسلم (۲۷۱۰)

۲۔ سو کر اٹھتے وقت ہاتھوں اور چہرے کو دھونا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''أن النبي ﷺ قام من اللیل فقضی حاجته وغسل وجهه ویدیه ثم نام''

رسول اللہ ﷺ رات کو (نیند سے) بیدار ہوئے، آپ (ﷺ) نے قضائے حاجت کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر آپ (ﷺ) سو گئے۔ (صحیح مسلم: ۳۰۴)

۳۔ جنبی آدمی سونے سے پہلے شرم گاہ کو دھوئے اور وضو کرے پھر سو جائے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں جب سونا چاہتے تو آپ (ﷺ) اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور نماز جیسا وضو کرتے۔ (صحیح بخاری: ۲۸۸)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جنابت کی حالت میں سونے سے پہلے وضو کرنے اور اپنی شرمگاہ کو دھونے کا حکم دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۹۰، صحیح مسلم: ۳۰۶، ترقیم دارالسلام: ۷۰۴)

۴۔ جنبی آدمی کا سونے سے پہلے کبھی کبھار نہانا بھی مسنون ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بعض اوقات غسل کر کے سوتے اور بعض دفعہ حالتِ جنابت میں (ہی) وضو کر کے سو جاتے۔ (صحیح مسلم: ۳۰۷)

۵۔ رات کو نیند سے اُٹھ کر مسواک کرنا

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو مسواک کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۵)

۶۔ جنبی آدمی کا کبھی کبھار تیمّم کر کے سونا بھی صحیح ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ حالتِ جنابت میں سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کرتے اور کبھی تیمّم کرتے۔

(بیہقی ۱/۲۰۰ وسندہ حسن وحسنہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۱/۳۹۴ تحت ح ۲۹۰)

اس مرفوع حدیث کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ بھی ہے۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۶۱ ح ۶۷۶ وسندہ صحیح)

۴) رات اور اذان

رات سورج غروب ہونے سے شروع ہو جاتی ہے اور فجر کے طلوع سے ختم ہو جاتی ہے۔اس دوران میں درج ذیل اذانیں دی جاتی ہیں:

ا۔ مغرب کی اذان

سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:۵۶۱، صحیح مسلم:۶۳۶)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تو ہم میں سے ہر ایک نماز پڑھ کر واپس آجاتا تو وہ تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔ (صحیح البخاری:۵۵۹)

بعض لوگ یہ اذان کہنے میں تاخیر کرتے ہیں جو سنت کے سراسر خلاف ہے حالانکہ مغرب کی اذان سورج غروب ہوتے ہی کہہ دینی چاہیئے۔

۲۔ عشاء کی اذان

عشاء کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے سے شروع ہو جاتا ہے۔شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروبِ آفتاب کے بعد کچھ وقت کے لئے آسمان پر باقی رہتی ہے۔

نمازِ عشاء کا اول وقت وہ ہے جب شفق غائب ہو جائے۔ (صحیح مسلم:۶۱۳)

نمازِ عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔ (صحیح البخاری:۵۷۲، صحیح مسلم:۶۱۲)

یا ایک تہائی رات تک عشاء کا وقت ہے۔ (صحیح مسلم:۶۱۳)

معلوم ہوا کہ جب شفق غروب ہو تو اسی وقت عشاء کی اذان کہہ دینی چاہیئے تاہم تاخیر بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ سحری کی اذان

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إن بلالاً یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن أم مکتوم**)) بے شک بلال (رضی اللہ عنہ) رات کو اذان کہتے ہیں لہذا تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) اذان دیں۔ (صحیح البخاری: ۶۲۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۶۱۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۲)

اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے وہ اتنی دیر تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک انھیں کہا نہ جاتا کہ تم نے صبح کر دی۔

۵) رات اور نماز

رات میں دو طرح کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں:

۱: **فرض**

۲: **نوافل**

① **فرضی نمازیں:** یہ دو ہیں: نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء

۱: **نمازِ مغرب**

اس میں تین رکعات فرض ہیں۔ (مسند احمد ۲۷۲/۶ ح ۲۶۸۶۹ وسندہ حسن لذاتہ، الحدیث ۲۳/۳۱)

سفر میں بھی اس کی تین رکعات پڑھی جاتی ہیں۔

(صحیح ابن حبان ۱۸۰/۴ ح ۲۷۲۷، صحیح ابن خزیمہ ۷۱/۲ ح ۹۴۴ وسندہ حسن)

حالتِ سفر میں تین رکعات پڑھنے پر اجماع بھی ہے۔

(مراتب الاجماع از ابن حزم ص ۲۴، ۲۵)

اس پر بھی اجماع ہے کہ مغرب کی نماز غروبِ آفتاب کے بعد واجب ہوتی ہے۔

(کتاب الاجماع از ابن المنذر مترجم ص ۲۴)

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث (عدد ۳۳ ص ۳۱، ۳۲)

جب تک شفق غائب نہ ہو نمازِ مغرب کا وقت رہتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۱۲)

۲: نمازِ عشاء

اس کی چار رکعت فرض ہیں۔ (مسند احمد ۶/ ۲۷۲ ح ۲۶۸۶۹ وسندہ حسن لذاتہ)

سفر میں اس کی دو رکعات پڑھنی فرض ہیں۔ (ایضاً وصحیح مسلم: ۶۸۷)

اور حالتِ خوف میں ایک رکعت فرض ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷)

شفق غائب ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آدھی رات تک رہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۱۲، نیز دیکھئے صحیح البخاری: ۵۷۲)

اگر نمازی جلدی آجائیں تو جلدی جماعت کروائی جائے اور اگر نمازی لیٹ آئیں تو پھر نماز بھی لیٹ کروائی جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۰)

رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۰)

نمازِ عشاء کو مؤخر کر کے پڑھنا رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا۔ (صحیح البخاری قبل ح ۵۷۲)

منافقین پر نمازِ عشاء اور فجر بہت بھاری ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۷، صحیح مسلم: ۶۵۱)

۳: سفر میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''**خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فكان يصلى الظهر والعصر جميعًا والمغرب والعشاء جميعًا**''

ہم غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، آپ ظہر وعصر کی نماز اکٹھی (جمع کر کے) پڑھتے تھے اور مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۶)

۴: مقیم آدمی بھی بارش، خوف یا شدید عذر کی بنیاد پر دونوں نمازیں جمع کر سکتا ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۷۰۵)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بارش میں دو نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ (موطأ امام مالک ص ۱۲۶ وسندہ صحیح)

۵: حج کرتے ہوئے ۸ ذوالحجہ کو مغرب اور عشاء کی نمازیں منیٰ ہی میں ادا کی جائیں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

اور نمازِ عشاء منیٰ میں دو رکعت پڑھی جائے گی۔ (صحیح مسلم: ۶۹۴)

علامہ نووی نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ ''منیٰ میں نماز قصر کرنا''
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے شروع زمانہ میں دو رکعتیں ہی پڑھتے تھے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ (ایضاً)
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب امام کے ساتھ پڑھتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب اکیلے پڑھتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم:۱۲۰۸، ودارالسلام:۱۵۹۲)

۶: حج والے دن (۹ ذوالحجہ کو) عرفات سے واپسی کے بعد مزدلفہ پہنچ کر اذان دی جائے پھر اقامت کہی جائے اور مغرب کی تین رکعت نماز ادا کی جائے۔ (صحیح البخاری:۱۶۷۲)
پھر نمازِ عشاء کی دو رکعتیں ادا کی جائیں۔ (صحیح مسلم:۱۲۸۸)
نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی (نفلی) نماز نہ پڑھے۔ (صحیح البخاری:۱۶۷۲، صحیح مسلم:۱۲۸۸)
نمازِ عشاء کے بعد بھی کوئی (نفلی) نماز نہ پڑھی جائے۔ (صحیح البخاری:۱۶۷۳)
پھر طلوعِ فجر تک سو جائے۔ (صحیح مسلم:۱۲۱۸)

۷: عورت رات کو اندھیرے میں مسجد کی طرف جا سکتی ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ
''إذا استاذنکم نساؤکم باللیل إلی المسجد فأذنوا لھن''
جب تمھاری بیویاں تم سے رات کو مسجد میں (نماز پڑھنے کے لئے) جانے کی اجازت مانگیں تو تم انھیں اجازت دے دو۔ (صحیح البخاری:۸۶۵)

۸: نمازِ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ ''عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔'' (ح۵۷۲)

(۲) مسنون یا نفلی نمازیں

۱: نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا
سیدنا عبداللہ (بن مغفل) المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صلوا قبل صلاۃ المغرب)) قال فی الثالثۃ:((لمن شاء)) کراھیۃ أن یتخذھا الناس سنۃ . تم مغرب سے پہلے (دو رکعت) پڑھو (یہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا) تیسری بار فرمایا: جو چاہے پڑھے اس بات کو ناپسند سمجھتے ہوئے کہ کہیں اس (نفلی نماز) کو سنت (ضروریہ یعنی فرض) نہ بنالیں۔'' (صحیح البخاری:۱۱۸۳)

سنن ابی داود میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((صلوا قبل المغرب رکعتین)) مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ (ح۱۲۸۱، وسندہ صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے (خود بھی) مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔

(صحیح ابن حبان:۱۵۸۶، وسندہ صحیح)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان دو رکعت کا اہتمام کرتے تھے۔

(صحیح البخاری:۱۱۸۴)

۲: نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ.....لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر (گھر میں) داخل ہوتے اور دو رکعت (سنت) پڑھتے...''

(صحیح مسلم:۷۳۰)

وہ بارہ رکعات نفلی نماز جن کے دن اور رات میں پڑھنے سے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے اس میں نمازِ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں بھی ہیں۔ (سنن الترمذی:۴۱۵ وقال: حسن صحیح)

۳: مغرب اور عشاء کے درمیان نفلی نماز

اس کی تعداد متعین نہیں، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی جب آپ (ﷺ) نے (نمازِ مغرب) پوری پڑھ لی تو آپ (ﷺ) نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کی آپ (ﷺ عشاء تک) نماز پڑھتے رہے یہاں تک رسول اللہ (ﷺ) نے نمازِ عشاء پڑھی پھر مسجد سے نکلے۔''

(سنن الترمذی: ۳۷۸۱ وقال: ''حسن'' وسندہ حسن، مسند احمد ۵/۳۹۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۰۔۳۸۱،

صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۲۰۷ ح ۱۱۹۴، صحیح ابن حبان الموارد: ۲۲۲۹، وصححہ الذہبی فی تلخیص المستدرک ۳/ ۳۸۱)

۴: نمازِ عشاء سے پہلے دو رکعت پڑھنا

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما من صلاة مفروضة إلا وبين يديها ركعتان)) کوئی فرض نماز ایسی نہیں ہے جس سے پہلے دو رکعتیں نہ ہوں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۲۴۴۶ وسندہ صحیح)

۵: نمازِ عشاء کے بعد دو رکعت پڑھنا

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دن اور رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لئے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے (ان میں) دو رکعتیں نمازِ عشاء کے بعد (بھی) ہیں۔ (سنن الترمذی: ۴۱۵ وقال: حسن صحیح)

۶: نمازِ عشاء کے بعد گھر میں آ کر چار رکعتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷)

۷: نمازِ تہجد پڑھنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((أفضل الصلاة بعد الفريضة: صلاة الليل))** فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل تہجد کی نماز ہے۔''

(صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کی ہے جو رات کو اٹھا پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی عورت کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی....

(سنن ابی داود: ۱۳۰۸، وسندہ حسن، اس حدیث کو حاکم [المستدرک ۱/ ۳۰۹] ذہبی، ابن خزیمہ [۱۱۴۸] اور ابن حبان [۶۴۶] نے صحیح قرار دیا ہے۔)

۸: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا غالب معمول بیان فرماتی ہیں کہ ''**ماكان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة ...**'' رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸)

۹: نمازِ تراویح

نمازِ تراویح گیارہ رکعات ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۱/۱۱۶ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح)

۱۰: نمازِ وتر

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ وتر ایک، تین، پانچ، سات اور نو پڑھنے مسنون ہیں جس کی تفصیل ہم نے ''نمازِ وتر کے احکام'' پر ایک مستقل رسالے میں لکھ رکھی ہے۔ والحمد للہ

۱۱: نمازِ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آٹھ رکعتیں، پھر وتر ادا کرتے پھر دو رکعتیں پڑھتے، جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے، رکوع کرتے پھر اذان و اقامت کے درمیان دو رکعتیں فجر کی سنتیں ادا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸)

ان دو رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿إذا زلزلت﴾ اور ﴿قل یا ایھا الکافرون﴾ پڑھتے تھے۔ (مسند احمد ۲۶۰/۵ ح ۲۲۲۴۴، وسندہ حسن)

۱۲: رات کی آخری نماز وتر ہونی چاہئے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترًا)) رات کو تم اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔ (صحیح مسلم: ۷۵۱)

تنبیہ: نمازِ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا اور وتر کو رات کی آخری نماز قرار دینے میں علامہ نووی کے نزدیک کوئی تعارض نہیں ہے۔ دیکھئے خلاصۃ الاحکام للنووی (۵۶۷/۱)

۶) رات اور جنازہ

میت رات کو دفن کرنا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی (کی قبر) پر نمازِ جنازہ پڑھائی جسے رات کو دفن کیا گیا تھا... (صحیح البخاری: ۱۳۴۰)

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ ''رات کو دفن کرنا''
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کو دفن کئے گئے۔ (صحیح البخاری قبل ح ۱۳۴۰)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان صحابہ کا یہ عمل جواز میں اجماع کی مانند ہے۔
(فتح الباری ۲۶۷/۳)

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱)
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''بہت زیادہ محدثین نے رات کو دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔'' (سنن الترمذی تحت ح ۱۰۵۷)
یہی موقف محدث شمس الحق عظیم آبادی، محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری اور جمہور علماء کا ہے۔
دیکھئے تحفۃ الاحوذی (۱۵۷/۲) اور عون المعبود (۲۴۶/۸)

۷) رات اور روزہ

اس میں درج ذیل بحثیں ہیں:

۱: چاند کو دیکھ کر رمضان کے روزے شروع کرنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صوموا لرویته ..))
چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۹، صحیح مسلم: ۱۰۸۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ((لا تصوموا حتی تروا الهلال ....))
اس وقت تک تم روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۶، صحیح مسلم: ۱۰۸۰)

۲: شک والے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیئے

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''من صام یوم الشك فقد عصی أبا القاسم''
جس نے شک والے دن (چاند کے طلوع میں شک کے باوجود) روزہ رکھا تو یقیناً اس نے ابوالقاسم (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری قبل ح ۱۹۰۶)

۳: رؤیتِ ہلال کے ثبوت کے لئے دو (عادل) مسلمانوں کی گواہی ضروری ہے۔

(سنن ابی داود:۲۳۳۹ وھو صحیح)

رؤیتِ ہلال میں اگر ایک (عادل) مسلمان کی گواہی مل جائے تو وہ بھی قبول کی جائے گی۔

(ابوداود:۲۳۴۲، وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان:۸۷۱)

۴: چاند دیکھ کر ہی روزے ختم کرنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صوموا لرؤیته أو فطروا لرؤیته فإن غم علیکم فاکملوا شعبان ثلاثین)) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔

(صحیح البخاری:۱۹۰۹، صحیح مسلم:۱۰۸۱)

۵: رؤیت ہلال کی دعا

[اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ اللھم أھله علینا بالأمن وغیرہ والی سب روایتیں ضعیف ہیں۔ صحیح روایت میں صرف یہ آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات کے بعد والا چاند دیکھا تو فرمایا: اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ الخ (سنن الترمذی:۳۳۶۶ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''حسن صحیح''، وصححہ الحاکم ۲/۵۴۰، ۵۴۱ ووافقہ الذہبی) / ز ع]

۶: اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا۔ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۰۵ ح ۱۹۱۶، ورواہ مسلم:۱۰۸۷)

مطلع کی حد کوئی ملک نہیں اس کی حد (۳۲) بتیس منٹ کا فرق ہے۔

اسی پر اختلاف مطالع ہو جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (۴/۲۱۵)

تنبیہ: اگر پہلی رات کا چاند تھوڑا سا بڑا نظر آئے تو اسے سابقہ دن کا خیال کرنا غلط ہے۔

(دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۰۶ ح ۱۹۱۹)

فائدہ: بیوہ یا مطلقہ کی عدت، مدت حمل، رضاعت، زکوۃ اور حج وغیرہ کا اعتبار چاند سے ہی لگایا جاتا ہے۔

۷: جس شخص نے قربانی کرنی ہو وہ ذوالحجہ کے چاند طلوع ہونے سے لے کر قربانی کرنے تک نہ بال کاٹے اور نہ ناخن تراشے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إذا رأيتم هلال ذى الحجة وأراد أحدكم أن يضحى فليمسك عن شعره وأظفاره**))
جب ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تمھارا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں (کو کاٹنے اور تراشنے) سے بچو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۷)

۸: فرضی روزہ کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''**لا صيام لمن لم يجمع قبل الفجر**'' جو شخص فجر سے پہلے نیت نہ کرے، اس کا روزہ نہیں ہے۔ (سنن النسائی ۴/ ۱۹۷ ح ۲۳۳۸ وسندہ صحیح)
نفلی روزوں کی دن کو بھی نیت کر سکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھیں صحیح البخاری (۱۹۲۴)

۹: فرضی روزہ کی روزانہ رات کو نیت کرنی چاہیئے

اوپر والی حدیث بھی اس پر صادق آتی ہے اور امام ابن المنذر النیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اجماع ہے کہ جس نے رمضان کی ہر رات روزہ کی نیت کی اور روزہ رکھا، اس کا روزہ مکمل ہے۔'' (کتاب الاجماع ص ۳۸ مترجم) نیز دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۳/ ۲۱۲)

تنبیہ: ''**وبصوم غد نويت من شهر رمضان**'' کے مروجہ الفاظ سے روزہ کی نیت کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

فائدہ: نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا۔ مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ہمارا رسالہ ''نیت کے احکام''

۱۰: رات کو سحری کھانا

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر**))

ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں کے درمیان حدِ فاصل سحری کھانا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۶)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**تسحروا فإن فى السحور بركة**)) سحری کا کھانا کھاؤ، بے شک سحری کے کھانے میں برکت ہے۔
(صحیح البخاری: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

مومن کی بہترین سحری کھجور کا کھانا ہے۔ (سنن ابی داود: ۲۳۴۵ وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان: ۸۸۳)

سحری تاخیر سے کھانی چاہیئے اذانِ فجر اور سحری کھانے کا درمیانی وقت تقریباً پچاس آیات (پڑھنے کے برابر) کا ہونا چاہیئے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۲۱، صحیح مسلم: ۱۰۹۷)

۱۱: رات کے شروع ہوتے ہی (یعنی غروبِ آفتاب کے فوراً بعد) روزہ افطار کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ ۚ﴾

پھر رات تک (اپنے) روزے پورے کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷)

افطاری کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۵۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۳)

۱۲: روزوں کی راتوں میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ ؕ﴾ روزوں کی راتوں میں تمھارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۷)

۱۳: رات کو روزہ نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''پھر رات تک اپنے روزے پورے کرو۔'' (البقرہ: ۱۸۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس دلیل کی روشنی میں فرمایا کہ ''یہ اس شخص کی دلیل ہے جس نے کہا کہ رات کو روزہ نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری قبل ح ۱۹۶۱)

۱۴: لیلۃ القدر کے احکام

لیلۃ القدر کے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ برکت والی رات ہے۔ (الدخان: ۳)

اس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ (الدخان: ۴)

یہ رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (القدر: ۳)

اس رات روح اور فرشتے اپنے پروردگار کے اذن سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔ (القدر: ۴)

یہ رات سراسر سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔ (القدر: ۵)

اس رات قرآن مجید نازل ہوا۔ (القدر:۱)

۲۔ لیلۃ القدر کو تلاش کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**تحروا ليلة القدر فی الوتر من عشر الآواخر من رمضان**)) رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۰۱۷، صحیح مسلم: ۱۱۶۹)

۳۔ لیلۃ القدر کے قیام کا ثواب

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے لیلۃ القدر کا قیام، ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا، اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۹۰۱، صحیح مسلم: ۷۵۹)

۴۔ لیلۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو: ''**اللهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني**'' اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے۔ (سنن الترمذی: ۳۵۱۳ وقال: ''حسن صحیح'' وھو صحیح)

۵۔ لیلۃ القدر کی علامات

اس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بلند ہونے تک ایک تھال کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم: ۷۶۲)

۶۔ لیلۃ القدر کی نماز عشاء باجماعت پڑھنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے لیلۃ القدر کی فضیلت کو پالیا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۳/۳۳۳ ح ۲۱۹۵ وسندہ حسن، عقبۃ بن ابی الحسناء وثقہ ابن خزیمہ وابن حبان)

۱۵: رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں سخت محنت کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان المبارک کے آخری دس دن آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے، رات کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیدار کرتے۔

(صحیح البخاری:۲۰۲۴،صحیح مسلم:۱۱۷۴)

۱۶: ایک رات کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔ (صحیح البخاری:۲۰۳۲،صحیح مسلم:۱۶۵۶)

۸) رات اور حج

۱: حج کے موقع پر ۹۔۱۰، ذوالحجہ کو نمازِ مغرب اور عشاء کے احکام کے لئے دیکھئے رات اور نماز/نمازِ عشاء

۲: ایام تشریق (۱۱،۱۲،۱۳) کی راتیں منیٰ میں گزارنی چاہئیں۔

(صحیح البخاری:۱۷۴۵پر باب)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ منیٰ میں ۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ کی راتیں گزارنا واجب ہے۔

(فتح الباری ۳/ ۵۷۸)

تنبیہ: اگر کوئی حاجی ان تینوں راتوں میں منیٰ میں نہیں ٹھہرتا تو امام احمد کے مشہور قول کے مطابق اس پر کوئی صدقہ وغیرہ نہیں۔ (فتح الباری ۳/ ۵۷۸)

۳: ۹ ذوالحجہ کو شام کے بعد جب شفق کی زردی کچھ کم ہو جائے تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے (صحیح مسلم:۱۲۱۸) اور استغفر اللہ کہتا ہوا آئے۔ (البقرہ:۱۹۹)

۴: ایام تشریق میں رات کو کنکری مارنا صحیح ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے بشرطیکہ وہ کنکری مارنا اسی دن کا ہو دوسرے دن کا نہ ہو۔ اس لئے کہ وقت سے پہلے کنکری مارنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ ابن باز ص۲۱۴ مترجم ملخصاً)

۹) رات اور عیدین

۱: ایام تشریق (۱۱۔۱۲۔۱۳ ذوالحجہ) کی راتوں کو تکبیریں کہنا

عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں ایام تشریق کی راتوں میں تکبیریں کہتی تھیں۔ (صحیح البخاری قبل ح ۹۷۰)

۲: رات کو قربانی کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ﴾ اور جو جانور ہم نے انھیں عطا کئے ہیں ان پر مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں (ذبح کریں)۔ (الحج:۲۸)

مقررہ دنوں میں ان کی راتیں بھی شامل ہیں نفی کی کوئی صریح دلیل چاہئے۔

۱۰) رات اور میاں بیوی

اس میں مندرجہ ذیل احکام ہیں:

۱: عورت بطورِ ضرورت رات کو گھر سے باہر جاسکتی ہے۔

سیدہ سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا رات کو باہر نکلیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور پہچان لیا پھر کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم تم اپنے آپ کو نہیں چھپا سکیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور یہ واقعہ ذکر کیا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ((قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن)) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دے دی ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے (گھر سے) باہر جاسکتی ہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۷)

۲: آدمی لمبے سفر کے بعد رات کو (اچانک بغیر اطلاع کے) اپنے گھر نہ آئے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی (سفر سے) رات کو اپنے گھر میں آئے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۴۳)

یعنی جو آدمی اپنے گھر سے کئی دنوں سے غائب ہو تو اچانک وہ رات کو (بغیر اطلاع) اپنے گھر میں نہ آئے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۴۴)

۳: عورت رات کو قضائے حاجت کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''إن أزواج النبي صلی اللہ علیہ وسلم كن يخرجن بالليل إذا تبرزن إلى المناصع'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات کو قضائے حاجت کے لئے مناصع (وہ مقامات جو بقیع کی طرف واقع ہیں) کی طرف باہر جاتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸)

۴: عورت رات کو مسجد میں اپنے خاوند کے پاس معتکف میں جا سکتی ہے۔

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ معتکف (جائے اعتکاف) میں تھے میں آپ کے پاس رات کو آپ کی زیارت کرنے کے لئے آئی۔ (صحیح البخاری:۳۲۸۱)

۵: عورت کو مسجد میں جانے کے لئے اپنے خاوند سے اجازت لینی چاہئے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

(صحیح البخاری:۵۲۳۸)

۶: خاوند سفر سے واپس آئے تو رات کو اپنی بیوی کے پاس (بغیر اطلاع کے) نہ جائے۔

پہلے اطلاع کی جائے پھر داخل ہونا چاہئے تاکہ بیوی اپنے پراگندہ بالوں میں کنگھی کرے اور اپنے آپ کو خاوند کا سامنا کرنے کے لئے تیار کرلے۔ (دیکھئے صحیح البخاری:۵۲۴۷)

۷: بیوی کے ساتھ پہلی رات

ا۔ خاوند کو جب پیغام دیا جائے تو پھر بیوی کے پاس جائے۔ خاوند کو بیوی کے پہلو میں قریب بیٹھنا چاہئے۔

۲۔ خاوند بیوی سے ہمبستری کرنے سے پہلے اس کی پیشانی کو (محبت سے) پکڑے، اللہ تعالیٰ کا نام لے اور برکت کی دعا کرے اور یہ دعا پڑھے: **''اللھم إني أسألك من خيرها وخير ما جبلتها عليه وأعوذبك من شرها و شر ما جبلتها عليه''**

(سنن ابی داود:۲۱۶۰ وھو حسن)

۳۔ ہمبستری کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: **''باسم الله اللهم جنبنا الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا''** اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور ہمارے رزق کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ (صحیح البخاری:۶۳۸۸)

اس کا فائدہ بھی اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر (اس دوران میں) اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اولاد عطا کردے تو اس کو شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۴۔ جماع کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ﴾

عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں۔لہٰذا جدھر سے تم چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔ (البقرہ:۲۲۳)

تنبیہ: دبر میں جماع حرام ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((ملعون من أتی امرأۃ فی دبرها))

جو شخص عورت سے اس کی دبر میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔

(ابوداود:۲۱۶۲،النسائی فی الکبریٰ:۹۰۱۵،ابن ماجہ:۱۹۲۳،وإسنادہ حسن)

۱۱) رات کے آداب

شام ہوتے ہی بچوں کو گھر میں روک لیا جائے کیونکہ اس وقت شیطان نکل آتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۳۳۰۴،صحیح مسلم:۲۰۱۲،دارالسلام:۵۲۵۰)

سورج غروب ہوتے ہی مویشیوں کو باندھ دے پھر انھیں نہ چھوڑے جب تک کہ شام کی سیاہی نہ جاتی رہے۔ (صحیح مسلم:۲۰۱۳)

رات کو سوتے وقت اللہ کا نام لے کر دروازوں کو بند کر دینا۔

اللہ کا نام لے کر برتنوں کو ڈھانک دے۔اگر ڈھانکنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کوئی لکڑی اس کے اوپر رکھ دے۔

اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے منہ باندھ دے۔اللہ کا نام لے کر موم بتی وغیرہ بجھا دے۔

(صحیح مسلم:۲۰۱۲)

آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم:۲۰۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ آگ تمھاری دشمن ہے جب تم سونے کا ارادہ کرو تو اس کو بجھا دو۔(صحیح مسلم:۲۰۱۶)

عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد (بغیر شرعی عذر کے) باتیں کرنا مکروہ ہے۔

(صحیح البخاری:۵٦۸)

مگر علم سیکھنے یا گھر والوں اور مہمانوں سے بات کرنا عشاء کے بعد بھی جائز ہے۔

(صحیح البخاری:٦۰۰۔٦۰۲)

بچوں کا عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے (والدین کے) کمرہ میں بغیر اجازت داخل ہونا منع ہے۔(دیکھئے النور:۵۸)

۱۲) رات کے اذکار

ا۔ شام کے اذکار

تین تین مرتبہ ﴿قل هو الله﴾ اور ﴿قل اعوذ برب الفلق﴾ اور ﴿قل اعوذ برب الناس﴾ پڑھیں۔ (سنن الترمذی:۳۵۷۵، سنن ابی داود:۵۰۸۲ وسندہ حسن)

سید الاستغفار پڑھنا ((اللهم أنت ربي لاإله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا علٰى عهدك ووعدك ما استطعت أعوذبك من شرما صنعت أبوء لك بنعمتك علي و أبوء بذنبي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت))

(صحیح البخاری:٦۳۰٦)

نوٹ: تفصیلی ذکرواذکار کے لئے کتاب الدعوات للبخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کا مطالعہ کیجئے۔

ہدایت کا راستہ

الشیخ عبدالمحسن العباد

ہدایت کا راستہ نبی ﷺ کے اتباع پر ہی منحصر ہے۔ اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے پر ہوگی جو رسولِ کریم ﷺ لے کر آئے ہیں۔ آپ ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں اس کی اتباع کے بغیر کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جو (بندوں کو) اللہ کے ساتھ ملادے (یعنی جنت میں داخلے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو کہ آپ ﷺ کی اتباع واطاعت ہے) کھانے پینے کی ضرورتوں سے زیادہ، مسلمان کی یہ ضرورت ہے کہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی راہنمائی ہو جائے۔ کھانا پینا تو دنیا کی زندگی کی ضرورت وزادِ راہ ہے اور صراطِ مستقیم آخرت کی ضرورت وزادِ راہ ہے۔ (شرح حدیثِ جبریل ص ٦۰)

حافظ شیر محمد

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار آدمیوں سے قرآن پڑھو: عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) سے۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۰، صحیح مسلم: ۲۴۶۴)

جب یہ آیت کریمہ ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ﴾ ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ کئے، اس میں جو انھوں نے کھایا، جب انھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے۔ (المائدہ: ۹۳) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((قيل لي أنت منهم .)) مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۹)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلیاں پتلی تھیں۔ ایک دفعہ ہوا کے ساتھ آپ کا ازار تھوڑا سا ہٹا تو پنڈلیاں نظر آنے لگیں۔ لوگ یہ پنڈلیاں دیکھ کر ہنس پڑے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((والذي نفسي بيده ! لهما أثقل في الميزان من أحد)) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ دونوں (پنڈلیاں) میزان میں اُحد (پہاڑ) سے زیادہ بھاری ہیں۔ (دیکھئے مسند احمد ۱/۴۲۰، ۴۲۱ ح ۳۹۹۱ وسندہ حسن، طبقات ابن سعد ۳/۱۵۵)

یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۱/۱۱۴ ح ۹۲۰ وسندہ حسن) اور سیدنا قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ (المستدرک ۳/۳۱۷ ح ۵۳۸۵ وصححہ ووافقہ الذہبی) سے بھی مروی ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط (ایک کافر) کی بکریاں چراتا تھا تو (ایک دن) میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) گزرے۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! لیکن یہ میرے پاس امانت ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا کوئی ایسی بکری بھی ہے جو دودھ ہی نہیں دیتی؟ میں ایک بکری لے

آیا تو آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس بکری کا دودھ اُتر آیا تو آپ نے ایک برتن میں دوھا پھر خود پیا اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو پلایا۔ پھر آپ نے بکری کے تھنوں کو کہا: سُکڑ (کر پہلے کی طرح ہو) جاؤ۔ تھن پہلے کی طرح ہو گئے۔ پھر میں (یہ معجزہ دیکھنے کے بعد) آپ کے پاس آیا تو کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ کلام سکھا دیں۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ((**یرحمك الله فإنك غليم معلم.**)) اللہ تجھ پر رحم کرے، تم پڑھے سکھلائے لڑکے ہو۔ (مسند احمد ۱/۳۷۹ ح ۳۵۹۸ ملخصاً نحو المعنیٰ وسندہ حسن، طبقات ابن سعد ۳/۱۵۰، ۱۵۱ وسندہ حسن، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۸۴ وسندہ حسن)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان (مبارک) سے ستر سورتیں یاد کی ہیں۔ (ابن سعد ۳/۱۵۱ وسندہ حسن)

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**أوليس عندكم ابن أم عبد؟ صاحب النعلين والوسادة والمطهرة**'' کیا تمھارے پاس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوتے اٹھانے والے، سرہانہ اُٹھانے والے اور وضو کا پانی اُٹھانے والے ابن اُم عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نہیں ہیں؟ (صحیح بخاری: ۳۷۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اخلاق، اتباعِ سنت اور سیرت و عادات میں ابن ام عبد (ابن مسعود) سے زیادہ کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۲)

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہیں، کیونکہ وہ اور ان کی والدہ آپ کے پاس بہت زیادہ آتے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۳ و صحیح مسلم: ۲۴۶۰)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ محبت کرتے تھے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۴۶۴)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ میں سے باقی رہ جانے والے جانتے ہیں کہ ابن مسعود کو سب سے زیادہ اللہ کا تقرب حاصل ہے۔ (ابن سعد ۳/۱۵۴ ملخصاً وسندہ صحیح)

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ دو آدمیوں: عمار بن یاسر اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے تھے۔ (مسند احمد ۴/۱۹۹، ۲۰۰ ح ۱۷۷۸۱، وسندہ صحیح)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ بدری صحابی اور السابقون الاولون میں سے ہیں۔ جو بدنصیب لوگ معوذتین وغیرہ کی وجہ سے آپ پر کلام کرتے ہیں انھیں خود اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

نام نہاد جماعت المسلمین رجسٹرڈ (فرقہ مسعودیہ) کے امیر دوم محمد اشتیاق نے بغیر کسی شرم کے لکھا ہے کہ ''اور ویسے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حافظہ میں بھول واقع ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے یہ مسئلہ اور بھی بے حقیقت ہو جاتا ہے''

(نماز کے سلسلہ میں یوسف لدھیانوی صاحب کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۳۸)

اشتیاق کی یہ جرح بالکل باطل اور مردود ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کی محبت سے بھر دے۔ آمین

فقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے دو اہم مسئلے

① سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آسمانِ دنیا اور قریب والے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ عرش پانی پر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور جس حالت میں تم ہو وہ جانتا ہے۔ (کتاب الرد علی الجہمیہ لعثمان بن سعید الدارمی: ۸۱ وسندہ حسن، التوحید لابن خزیمہ ص ۱۰۵، ۱۰۶، الطبرانی فی الکبیر ۹/ ۲۲۸، الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۰۱)

② سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَا تُقَلِّدُوْا دِیْنَکُمُ الرِّجَالَ'' إلخ تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔ الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۱۰ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)

احسن الحدیث

حافظ شیر محمد

حق و باطل کی کشمکش

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴾

بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور فاجر لوگ بڑی آگ میں ہوں گے۔

[الانفطار:۱۳، ۱۴]

فقه القرآن:

☆ اہل سنت کے مشہور ثقہ محدث محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''إن الذین بروا بأداء فرائض اللّٰہ واجتناب معاصیه لفي نعیم الجنان ینعمون فیھا'' بے شک جو لوگ اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے اجتناب کے ساتھ نیک ہوئے، وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

(تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۵۶)

☆ مفسر واحدی نے کہا: '' الجنة فی الآخرة'' جنت (میں دخول) آخرت میں ہے۔

(الوسیط ۴/ ۴۳۸)

☆ فجار (جمع فاجر) کی تشریح میں ابن جریر نے کہا: جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا۔

(جامع البیان ۳۰/ ۵۶)

☆ واحدی نے کہا: یعنی وہ لوگ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، وہ جحیم: بڑی آگ میں ہوں گے۔ (الوسیط ۴/ ۴۳۸)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قیامت کو اس طرح دیکھنا چاہے کہ گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ سورۂ تکویر، سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق پڑھے۔

(سنن الترمذی: ۳۳۳۳ ملخصاً وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۲/ ۵۱۵ ووافقہ الذہبی)

☆ ابرار اور فجار کے دو گروہ، ہر دور میں حق و باطل کی کشمکش کا نتیجہ ہیں۔

☆ جنت اور جہنم ہمیشہ رہیں گے، انھیں کبھی فنا نہیں ہے۔

تذکرۃ الاعیان

ابوخالد شاکر

محدث حسین بن محسن الیمانی الانصاری رحمہ اللہ

نام ونسب: حسین بن محسن بن محمد بن مہدی الخزرجی الانصاری الیمنی رحمہ اللہ

ولادت: حُدَیدہ (یمن) ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ

اساتذہ: حسن بن عبدالباری الاہدل، سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن الاہدل، احمد بن محمد بن علی الشوکانی اور محمد بن ناصر الحازمی وغیرہم

تدریس: آپ یمن سے ہندوستان تشریف لائے اور ریاست بھوپال میں برسوں درس دیا۔

تلامذہ: محمد بشیر بن بدرالدین السہسوانی، شمس الحق بن امیر علی ڈیانوی عظیم آبادی، عبداللہ غازیپوری اور عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرہم

تصانیف: مجموعۂ رسائل، التعلیقات علیٰ سنن ابی داود، مختصر حاشیہ سنن النسائی، القول الحسن للتیمن فی ندب المصافحۃ بالید الیمنیٰ، تحقیق حدیث الصلوٰۃ بعد العصر حتیٰ تغرب الشّمس، البیان المکمل فی الشاذ المعلل، التحفۃ المرضیۃ فی حل بعض المشکلات الحدیثیۃ اور فتاویٰ جلد اول۔

علمی مقام: تمام علماء آپ کی تعریف وتوثیق پر متفق ہیں۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں: ''میں نے علامہ حسین بن محسن الیمانی کو علم اور عمل کا جامع پایا۔ شیخ قوی وجود، عظیم الشان اور بلند مرتبے کے حامل ایسے سمندر تھے جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔ آپ محدث، محقق اور کتاب اللہ کے معانی کی وضاحت کرنے والے، اصولِ حدیث، علل حدیث، رجالِ حدیث کے عالم، علم اصولِ حدیث اور لغت کے ماہر تھے۔ سنن ابی داود اور دیگر کتبِ حدیث پر ان کی مختلف تعلیقات ہیں اور بہت سے مفید رسائل علمِ حدیث کے مباحث پر ہیں۔'' (غایۃ المقصود فی حل ابی داود ص ۷۱، کاروانِ حدیث ص ۳۵۷)

وفات: یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۰/ جون ۱۹۱۰ء بھوپال

آپ کی پیشانی سے وفات کے وقت پسینہ بہہ رہا تھا۔ تفصیلی تذکرے کے لئے دیکھئے نزہۃ الخواطر (ج ۸ ص ۱۲۱ تا ۱۲۶) اور کاروانِ حدیث از عبدالرشید عراقی (ص ۳۵۶۔۳۵۹)